سِتم ایجاد
مالین فلاپ
JASOOSI NASHIST
سی کے پروڈکشنز کوئٹہ

اور پھر اس کی دونوں ٹانگیں علیحدہ ہو کر فرش پر گر پڑیں مجھے جھرجھری سی آگئی اس وقت میرے سامنے ایک عجیب الخلقت شخص بیٹھا تھا اس کے ہاتھ اور پاؤں میرے سامنے پڑے تھے اور وہ دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا

مارلن فلپ

مارلن فلپ کے ہنگامہ خیز ناول ہر ماہ مسٹری میگزین کے آخری صفحات میں

فون کی گھنٹی بجی تو میں فوراً سمجھ گئی کہ دوسری طرف میرا باس ہاک ہوگا۔ اس وقت اسی کے پیٹ میں درد اٹھ سکتا ہے۔

میں نے ریسیور اٹھایا تو ہاک نے میری آواز شناخت کرنے کے بعد کہا: "تمہیں فوری یہاں لوٹنا ہوگا۔ ہم جس کیس پر ان دنوں کام کر رہے ہیں اس سلسلے میں چند نئی باتیں سامنے آئی ہیں۔ تم بالکل تیار رہنا۔ تیس منٹ بعد تمہیں وہاں سے روانہ ہونا ہے۔"

"تیس منٹ میں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "شاید آپ کو یاد نہیں ہے کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟"

میں اس وقت جزیرہ بہاماز کے ایک چھوٹے سے علاقے واساک میں تھی۔ ہاک نے ایک کیس کے سلسلے میں مجھے خود وہاں بھیجا تھا۔ واساک سے امریکہ جانے کے لئے مجھے وہاں سے ایک لانچ میں سوار ہو کر کسی بڑے جزیرے تک جانا تھا اور پھر وہاں سے کوئی طیارہ پکڑ کر ہی میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتی تھی۔ میں نے حیرت کا اظہار کیا تو ہاک نے مضطرب آواز میں حکم دیا: "تمہیں تیس منٹ بعد وہاں سے روانہ ہونا ہے تمہارے لئے کسی تیز رفتار سواری کا بندوبست کیا گیا ہے اور اس کا انتظام مسٹر جیمس کر رہے ہیں۔"

میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ ہاک نے اس وقت خفیہ زبان استعمال کی تھی۔ مسٹر جیمس کا مطلب تھا صدر امریکا! معاملے کی اہمیت اب پوری طرح سے میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ صدرِ امریکہ کے اس معاملے میں دلچسپی لینے کا مطلب یہ تھا کہ مجھے ہر حال میں کم سے کم وقت میں امریکہ پہنچنا ہے۔

ہاک نے دوبارہ کہا: "واساک کے ساحل پر ایک لانچ تمہیں ٹھیک ستائیس منٹ بعد لینے آئے گی۔" اس نے سلسلہ منقطع کر دیا تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

گزشتہ پانچ روز بہاماز میں بہت سرور انگیز اور نشاط طرب گزرے تھے۔ میری جیبوں میں امریکی ڈالر بھرے ہوئے تھے اور میں دونوں ہاتھوں سے انہیں لٹا رہی تھی۔ جزیرہ بہاماز جنت نگاہ تھے۔ ساحل سمندر، خوش رنگ پھول اور صاف ستھرے مکانات! وہاں سیاحوں کی ایک معقول تعداد ہر لمحہ گشت کرتی رہتی تھی۔ میں نے بھی وقت کے ایک ایک لمحے سے لذت کشید کی تھی۔

مجھے وہاں ہاک ہی نے بھیجا تھا۔ پانچ روز پیشتر جب واشنگٹن میں سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں ہاک سے میری ملاقات ہوئی تھی تو وہ بہت سنجیدہ دکھائی دیتا تھا۔ پہلے اس نے یہ بتلایا کہ میں جس مشن پر روانہ کی جا رہی ہوں اس میں کامیابی کا امکان بہت کم ہے خطرات قدم قدم پر میرا پیچھا کریں گے۔ ہو سکتا ہے میں ہمت ہار بیٹھوں۔

اس کے ہونٹوں سے چپکی رہنے والی مسکراہٹ اس وقت مفقود تھی۔ آنکھیں جھیل کی مانند پرسکون اور گہری تھیں حسب عادت اس کی انگلیوں میں ایک سستا سا بغیر جلا سگار پھنسا ہوا تھا۔

اس نے اپنی میز پر سے چند کاغذات ایک طرف سرکاتے ہوئے کہا: "ہمیں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ صرف چھ گھنٹے پیشتر برطانیہ کے وزیر اعظم کے بے حد نزدیکی دوست نے ان پر ریوالور تان لیا۔ یہ قریبی دوست پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ آج وہ دونوں وزیر اعظم کے گھر میں تھے اس دوست نے اچانک ریوالور نکال کر انکو نشانے پر رکھ لیا پھر اپنے دماغ پر نال رکھ کر خودکشی کر لی۔ چونکہ جائے حادثہ پہ کوئی اور شخص موجود نہیں تھا چنانچہ ہم نے اس بارے میں عجیب سی کہانی گھڑ کر لوگوں کو سنا دی۔ تاہم پس پردہ جو حقیقت ہے وہ بہت ہولناک ہے!"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں بھی محسوس کر رہی تھی کہ یہ معاملہ خوفناک ہوگا۔

"برطانوی سفارت خانے نے اسے ایک حادثے کے طور پر مشہور کیا ہے۔" ہاک دوبارہ بولا۔ "لوگوں تک اخبارات کے ذریعے یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ وہ دوست ریوالور نکال کر چیک کر رہا تھا کہ ریوالور چل گیا۔ پریس کو یہ نہیں بتایا گیا کہ اس دوست نے وزیراعظم پر بھی ریوالور تانا تھا۔"

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں برطانیہ جا کر اس معاملے کی تحقیق کروں؟"

ہاک نے نفی میں سر ہلایا۔ "معاملہ اب گھر تک آپہنچا ہے اس قسم کے واقعات چین، فرانس، جاپان اور جرمنی میں بھی پیش آئے ہیں۔ ہر بار صدر یا وزیراعظم کو ہلاک کیا جا سکتا تھا مگر انہوں نے خود کو ہلاک کر لیا۔ تم خود اندازہ کر سکتی ہو کہ ان اطلاعات کا صدر امریکا پر کیا اثر مرتب ہوا ہو گا؟ وہ ہر لمحہ یہی سوچتے ہیں کہ ان کا نمبر بھی آنے ہی والا ہے۔ ہو سکتا ہے انہیں بھی ہلاک نہ کیا جائے اور کوئی شخص وائیٹ ہاؤس میں گھس کر ان کے سامنے خود کو ہلاک کر لے۔ مگر یہ ہمارے لئے کتنی بدنامی کی بات ہے دنیا کے سب سے بڑے ملک کے سب سے بڑے صدر پر ریوالور تان لیا گیا۔ میں چاہتا ہوں اس سے پہلے کہ یہ واقعہ پیش آئے ہم اس گروہ کو ختم کر دیں۔"

"کیا اس سلسلے میں کوئی کلیو وغیرہ ہاتھ لگا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں زیادہ سراغ ہاتھ نہیں لگ سکا ہے تمام دنیا کی سراغ رساں ایجنسیوں اور انٹرپول کی تحقیقات کا نچوڑ ہمارے سامنے ہے۔ تم یہ رپورٹ سننا چاہتی ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہاک نے بجھے ہوئے سگار کا لمبا سا کش کھینچ کر خیالی راکھ جھاڑی اور بولا۔ "نمبر ایک یہ کہ ان تمام افراد نے جنہوں نے خودکشی کی ہے وہ انتہا سے زیادہ فربہ تھے۔ نمبر دو یہ کہ وہ اپنے اس مٹاپے سے بہت پریشان تھے اور دن کا زیادہ وقت اپنی توندیں کم کرنے میں صرف کرتے تھے۔ نمبر تین یہ کہ ان آدمیوں میں سے تین وان ایڈلر سسٹرز کے نزدیک ضرور دیکھے گئے تھے۔"

میں نے اپنی نگاہ اٹھا کر کہا۔ "بہت خوب! میری نظر سے ایسے آدمی موٹے بہت کم گزرے ہیں جو خوبصورت لڑکیوں میں دلچسپی بھی لیتے ہیں۔ ایسے افراد احساسِ کمتری کے باعث لڑکیوں سے دور رہتے ہیں۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔" ہاک بولا۔ "مگر یہاں معاملہ کچھ الٹا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم وان ایڈلر سسٹرز سے ابتدا کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

ہاک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وان ایڈلر کے خاندان میں تین لڑکیاں ماریا، ملڈا اور الگا شامل تھیں۔ تینوں بلا کی حسین اور طرحدار۔ سب لڑکیاں ٹیلی وژن پر اداکاری بھی کرتی تھیں اس لئے لوگ ان سے بخوبی واقف تھے۔ تینوں لڑکیوں کی عمریں بیس سال کے لگ بھگ تھی ان کی ماں جنگِ عظیم دوم میں جرمنی سے امریکا آئی تھی۔ اس نے شروع ہی سے تینوں لڑکیوں کو دولت مند اور متمول اشخاص کو پھانسنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ اب وہ اس فن میں طاق ہو چکی تھیں کہ صنعت کاروں اور مل مالکوں کی جیبوں سے رقم کیسے نکلوائی جاتی ہے بلکہ بعض نو دولتیوں پر اپنے حسن کا جادو جگا کر انہوں نے رقومات ہی نہیں بلکہ بحری اور ہوائی جہاز تک حاصل کر لئے تھے۔

وان ایڈلر سسٹرز سے قریب ہونے کا تصور ہی میرے نزدیک بہت جانفزا اور دلکش تھا۔ مقامی سیکرٹ سروس کے ایجنٹوں نے مجھے ایک دولت مند عورت للی ایڈمنڈ کے بارے میں اطلاعات فراہم کیں۔ للی امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتی تھی اور اس کا ہیڈ آفس نیویارک میں تھا۔ میری ان بہنوں سے کئی ملاقاتیں کرائی گئیں اور یہ ملاقاتیں ہاک کے ذریعے کرائی گئی تھیں کیوں کہ اس منصوبے کے پس پردہ وہی ڈوریاں ہلا رہا تھا۔

ان بہنوں کو بیش قیمت تحائف دینے کے بعد میں ان کی قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ میں نے ان میں سے سب سے قتالہ لڑکی ماریا کو اپنا نشانہ بنایا اور ایک عورت ہونے کے ناتے سے اس پر یہ ظاہر کیا کہ میں ہم جنس پرستی کی شائق ہوں اور منہ بند کلیوں سے رس نچوڑنا میرا شیوہ ہے۔ میں پانچ روز سے واساک میں اس کے ساتھ دادِ عیش دے رہی تھی مگر ابھی کوئی کارآمد اور مفید بات معلوم نہیں کر پائی تھی کہ ہاک نے مجھے فوری واپس بلوا لیا تھا۔

میں نے نہایت عجلت میں تیاری کی اور بیس منٹ بعد واساک کے ساحل پر پہنچ گئی ماریا اس وقت میرے ساتھ تھی۔ وہاں ایک لانچ میرا انتظار کر رہی تھی۔ لانچ تقریباً چالیس فٹ لمبی تھی اور اس کے عرشے پر چار افراد کھڑے تھے ان میں ایک آدمی جو بیس بال کیپ لگائے تھا میرے قریب آکر بولا۔ "ہم نے یہاں سے روانگی کی تیاری مکمل کر لی ہے مس للی ایڈمنڈ!"

"میں بھی تیار ہوں۔" میں نے ماریا کی طرف مڑ کر الوداعی انداز میں اس کا طویل بوسہ لیا۔ "میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی جانِ جاناں!" ماریا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ اپنے ملنے جلنے والوں میں سب کو اسی انداز سے

مخاطب کرتی تھیں۔ "تم میری دوسری بہنوں سے علیحدہ رہنا ورنہ میں دیدے باہر نکال لوں گی۔" وہ بولی۔

"ان کے یا میرے؟" میں نے پوچھا۔

"سب کے!" اس نے ہنستے ہوئے اٹھلا کر جواب دیا اور پھر بے تابی سے میرا ایک بوسہ لیا۔ میں نے اس کے کولھے تھپ تھپائے اور لانچ کے عرشے پر چلی گئی۔ وہ آدمی جو بیس بال کیپ لگائے تھا انجن روم کی طرف چلا گیا۔ جب لانچ کا طاقتور انجن جاگا اور لانچ کنارے سے کچھ آگے بڑھی تو میں نے ایک اور لانچ کو ساحل کی طرف بڑھتے دیکھا۔ میں لانچ کے اگلے حصے میں گئی۔ سمندر کا پانی جھاگ اڑاتا ہوا بیچ میں سے کٹتا جا رہا تھا اور لانچ انتہائی تیز رفتاری سے سمندر میں بڑھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ماریا تو ایک طرف رہی وہ جزیرہ بھی نگاہ سے اوجھل ہو گیا کھلے سمندر میں آنے کے بعد میں نے محسوس کیا تھا کہ پیچھے آنے والی لانچ ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔ میری رگ و پے میں سنسنی دوڑتی چلی گئی۔ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟ کیا ان لوگوں کو شناخت کرنے میں مجھ سے کوئی بھول ہوئی ہے؟

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ لوگ جو تعاقب میں آ رہے ہیں میرے دشمن ہیں اور مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں یا پھر میں غلط لانچ میں سوار ہو گئی ہوں اور تعاقب میں آنے والی لانچ ہاک نے میرے لئے روانہ کی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں اس بارے میں کوئی تحقیق کرتی بیس بال کیپ والے شخص نے عرشے پر میرے سامنے آتے ہوئے کہا۔

"تم کوئی احمقانہ حرکت نہیں کرو گی مس للی ایڈمنڈ! ورنہ تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔"

اس نے عرشے کے ایک کونے میں پڑی ہوئی ترپال کو الٹ دیا اور اس کے نیچے سے ایک شاٹ گن چمکنے لگی۔ اس نے پھرتی سے گن اٹھائی اور اس کی نال کا رخ میرے سینے کی طرف کر دیا۔

مجھے ایک گونہ سکون ہوا تھا کہ وہ میرا اصلی نام نہیں جانتا تھا اور غالباً میری اصلیت سے بھی واقف نہیں ہے مگر یہ بات مجھے اب بھی الجھن میں ڈال رہی تھی کہ وہ کیسے واقف ہو گئے تھے کہ میں واساک کے ساحل پر کسی لانچ کا انتظار کر رہی ہوں؟ دو ہی باتیں ممکن تھیں۔ یا تو کسی نے ہاک کی کال میرے علاوہ بھی سن لی ہے۔ یا پھر ماریا نے ان لوگوں کو مطلع کیا ہے۔

وہ آدمی جو لانچ کا اسٹرئنگ تھامے ہوئے تھا۔ ایک دم چیخا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لانچ کو سمندر میں خوفناک انداز میں موڑا۔ میں بھونچکا رہ گئی تھی کہ لانچ پر ایسی کون سی
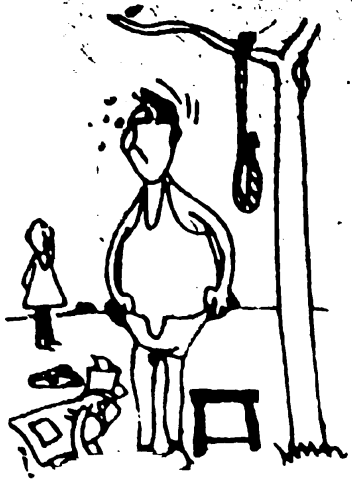
افتاد آ پڑی ہے کہ وہ بدحواس ہو گیا ہے۔ تب میری نگاہ پانی پر پڑی تو میں بھی سرتاپا کانپ اٹھی۔ ایک سفید لمبی اور نوک دار چیز تیر کی مانند عقبی لانچ سے ہماری طرف آئی تھی۔ اگر ہمارے آدمی نے لانچ کو اچانک ایک طرف نہ کاٹ لیا ہوتا تو اس کے پیندے میں سوراخ ہو جانا لازمی تھا۔ وہ ایک طاقتور اور مہلک تارپیڈو تھا!

لیکن اس سراسیمگی کا مجھے بھی ایک فائدہ ہوا۔ ان کی توجہ عقبی لانچ اور تارپیڈو کی طرف مبذول ہو گئی اور وہ وقتی طور پر مجھ سے غافل ہو گئے۔ میں نے عرشے پر لڑھکتے ہوئے اپنی پینٹ کی زپ کھولی اور انڈرویئر سے اپنا ریوالور باہر کھینچ لیا۔ میں جس دوران میں ماریا کے ساتھ تھی میں نے اس ریوالور کو حتی الوسع پوشیدہ رکھا تھا اور جب وہاں سے آنے لگی تھی تو میں نے اسے اپنے انڈرویئر میں چھپا لیا تھا۔

لانچ کو بہت زبردست جھٹکا لگا تھا اور وہ آدمی جو

شاٹ گن اٹھائے تھا وہ بھی ایک طرف لڑھک گیا تھا۔ مگر جب اس نے مجھے ریوالور نکالتے دیکھا تو لپک کر شاٹ گن دوبارہ اٹھالی اور مستعد ہو گیا لیکن میں اس کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ میں نے برق رفتاری سے پے در پے دو فائر کیے۔

اس آدمی نے ایک ہولناک چیخ ماری اور لڑکھڑاتا ہوا عرشے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے چہرے پر دو سوراخ ہو گئے تھے۔ جن سے خون ابل رہا تھا۔

چونکہ وہ شاٹ گن کے ٹریگر پر انگلی رکھ چکا تھا چنانچہ دباؤ پڑنے سے فائرنگ ہوئی۔۔۔ مگر گولیاں میرے سر پر سے گزرتی ہوئی پانی میں جا گریں۔ صرف ایک لمحے کے لئے، اس کے بعد اس کی گرفت ٹریگر پر ڈھیلی پڑ گئی۔

میں نے پھرتی سے ریوالور اپنے ہولسٹر میں رکھ کر زپ بند کر لی پھر ایک لائف جیکٹ اٹھایا اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ لانچ کے اگلے حصے میں موجود افراد سراسیمگی کا شکار تھے اور انہیں اپنی جان بچانے کی فکر لگی ہوئی تھی اس لئے وہ مجھ پر توجہ نہیں دے سکے۔

چھلانگ لگانے سے پیشتر میں نے محسوس کیا تھا کہ عقبی لانچ پر سے مجھے کچھ اشارے کئے جا رہے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ میں لانچ پر سے کود آؤں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔

ہرچند کہ اس روز موسم گرم تھا اور فضا میں تمازت تھی مگر سمندر کے پانی میں غوطے کھانے کے بعد میرے دانت بجنے لگے عقبی لانچ سے مجھے دوربین کے ذریعے دیکھا جا رہا تھا میرے چھلانگ لگاتے ہی اس طرف سے ایک اور تارپیڈو چلایا گیا۔ تارپیڈو پانی میں سنسناتا ہوا مجھ سے صرف پانچ فٹ کے فاصلے سے گزرا۔ چند لمحوں بعد میں نے ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا سنا۔ آگے جانے والی لانچ کے ٹکڑے ہو گئے۔ سمندر کے اس حصے میں بھونچال سا آ گیا۔ اونچی اونچی لہریں بنیں اور انہوں نے مجھے اچھال کر کافی دور پھینک دیا۔

جب میرے حواس درست ہوئے تو میں نے سطح آب پر لکڑی کے تختے، انسانی جسموں کے ٹکڑے اور سمندر پر بکھرے ہوئے پٹرول سے شعلے اٹھتے دیکھے۔

دوسری لانچ میرے قریب آئی اور بہت سے ہاتھوں نے مجھے اوپر کھینچ لیا۔ میں اب بھی تذبذب کا شکار تھی کہ کون دوست ہے اور کون دشمن۔ یہ گومگو کی کیفیت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ لانچ پر موجود افراد میں سے ایک نے شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ اس پر ریاست ہائے متحدہ امریکا کی سیکرٹ سروس کا نشان بنا ہوا تھا اور صدر امریکا کے دستخط تھے میں نے اطمینان کی سانس لی کہ میں اپنوں ہی میں ہوں۔

"آپ کو جو زحمت اٹھانا پڑی میں اس کے لئے معافی کا طلب گار ہوں۔" اس آدمی نے ادب سے کہا۔ "ہم واساک کے ساحل پر ایک منٹ دیر سے پہنچے تھے۔ اگلی لانچ جب آپ کو لے کر سمندر کی طرف بڑھی تو ہم فوراً سمجھ گئے کہ کسی کو اس منصوبے کی بھنک مل گئی ہے اور آپ کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"شکریہ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے حالات پر بہت دانشمندی سے قابو پایا ہے۔"

میری تعریف پر اس نے عام لوگوں کی مانند باچھیں نہیں پھاڑی تھیں۔ وہ لڑائی بھڑائی کا عادی تھا اور یہ محسوس ہوتا تھا کہ برسوں سے اس دشت کی سیاحی کر رہا ہے۔ اس نے نرم اور خلیق لہجے میں کہا۔ "آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں، مناسب سمجھیں تو انہیں تبدیل کر لیں۔ کیبن کے قریب کمرے میں آپ کو لباس کی الماری مل جائے گی۔"

میں نے اس کمرے میں جا کر الماری کھولی تو اسے نت نئے اور ہر قسم کے سائز کے کپڑوں سے پُر پایا۔ میں نے پتلون

اور جیکٹ کا انتخاب کر کے بھیگے کپڑے اتارے اور انہیں پہن لیا۔ لانچ پر موجود افراد نے نہ تو مجھ سے کوئی غیر ضروری سوال کیا تھا اور نہ ہی میرے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے صرف اپنے کام سے کام رکھا تھا تاہم ایک چیز مجھے اب بھی الجھن میں ڈالے ہوئے تھی کہ وہ اس لانچ کے ذریعے مجھے کہاں لے جائیں گے؟ مجھے یقین تھا کہ میں آئندہ ایک گھنٹے میں کسی صورت بھی واشنگٹن نہیں پہنچ سکتی۔

جب میں عرشے پر گئی تو اسی شخص نے مجھ سے کہا کہ ہم چھ منٹ بعد اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنے والے ہیں۔ مجھے مزید حیرت ہوئی۔ آج تو جیسے پے در پے انہونیاں ہو رہی تھیں۔ میں نے احمقوں کی مانند اثبات میں سر ہلا دیا ہر چند کہ میں اس کی بات قطعاً نہیں سمجھی تھی۔

ہم واساک سے صرف چند منٹ پیشتر روانہ ہوئے تھے اور اس کھلے سمندر میں تھے۔ میری معلومات کے مطابق بحر اٹلانٹک کے اس حصے میں جزیرہ یا خشکی کا کوئی ٹکڑا نہیں پڑتا تھا۔ اس وقت بھی چاروں طرف تا حدِ نگاہ نیلا آسمان اور سمندر کا گدلا پانی ہی دکھائی دے رہا تھا۔ کسی نامعلوم جزیرے کے آثار دور تک نہیں مل رہے تھے۔

ٹھیک پانچ منٹ اور پچاس سیکنڈ بعد ہم امریکا کے ایک بہت بڑے سمندری جہاز کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس وسیع و عریض سمندری جہاز پر رن وے بھی بنا ہوا تھا اور جیٹ طیارے بھی کھڑے دکھائی دے رہے تھے۔ میرے ساتھی نے کہا "یہی ہماری منزلِ مقصود ہے۔"

ہماری لانچ قریب پہنچی تو جہاز سے ایک رسّی لٹکا دی گئی میں نے لانچ پر موجود اپنے ساتھیوں سے ہاتھ ملایا اور رسی کے ذریعے بحری جہاز پر چڑھ گئی۔ جہاز پہ چڑھتے ہی لانچ نے ایک موڑ کاٹا اور انتہائی برق رفتاری سے اس جانب مڑ گئی جدھر سے ہم آئے تھے۔ میں جس وقت عرشے پہ پہنچی تو وہ لانچ نگاہ سے اوجھل ہو چکی تھی۔

جہاز کا کپتان عرشے پر موجود تھا اس نے مجھے دیکھ کر سیلوٹ مارا۔ میں نے بھی اس کا جواب دیا اور اس سے ہاتھ ملایا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر مجھے ایک جیٹ طیارے کی طرف لے جایا گیا۔ وہ تیز رفتار جیٹ اسے۔ فوز اسکائی ہاک تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کا انجن پہلے ہی سے اسٹارٹ تھا۔ گویا وہ لوگ نہ صرف یہ کہ میری آمد سے مطلع تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ میں کس وقت وہاں پہنچوں گی۔ میں نے پائلٹ سے ہاتھ ملایا اور عقبی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

انجن نے ایک جھرجھری لی اور جیٹ رن وے پر دوڑنے لگا۔ چند سیکنڈ کے قلیل وقفے میں ہم بحری جہاز کو بہت پیچھے چھوڑ چکے تھے۔ میں نے شاید اپنی زندگی میں اس سے تیز ترین سفر کبھی نہیں کیا تھا۔ کرتی بھی کیسے؟ اس سے پہلے تو کبھی صدرِ امریکا نے میرے سفر کا بندوبست نہیں کیا تھا۔ انہی کے اس خصوصی انتظام کی بدولت میں نے گھنٹوں کا سفر سیکنڈوں میں کیا تھا۔

نیویارک تک سفر بہ خیر و خوبی کٹ گیا۔ راہ میں اور کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ ہمارا طیارہ نیویارک کے جان ایف کینیڈی ایئر پورٹ پر ایک خصوصی رن وے پر اتارا گیا تھا۔ واساک کی بہ نسبت موسم یہاں قدرے واہیات تھا۔ دھندلا دھندلا اور بے رنگ آسمان، تنگ تنگ سی گلیاں اور گھٹا ہوا ماحول میں واساک کے کھلے اور شاداب ماحول سے اچانک اس ہماہمی اور ہنگامے سے پُر ماحول میں پہنچی تو میں نے قدرے بے چینی محسوس کی۔

رن وے کے اختتام پر ہاک ایک سیاہ لیموسین کار میں میرا انتظار کر رہا تھا۔ لیموسین کے شیشے اندھے تھے اور باہر سے اندرونی منظر نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ میں جیٹ طیارے سے جب لیموسین میں بیٹھ گئی تو سرخ بالوں والے پائلٹ نے فضا میں ایک الوداعی بوسہ اڑاتے ہوئے طیارہ بیک کیا اور کچھ دیر بعد نگاہ سے اوجھل ہو گیا۔

لیموسین کی اگلی سیٹ پہ دو آدمی بیٹھے تھے۔ جس میں سے ایک کار ڈرائیور اور دوسرا میرے خیال میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ مجھے ایک لمحہ میں یہ ادراک ہو گیا کہ حالات بے حد مخدوش ہیں اور معاملہ بے حد اہم۔ ورنہ ہاک حتی الامکان اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ دو سیکرٹ ایجنٹ ایک دوسرے کے سامنے نہ آئیں۔

میں نے سیکرٹ سروس کے چیف ہاک کے برابر والی سیٹ سنبھال لی تو اس نے شیشے کی کھڑکی پر انگلیوں سے دستک دی۔ شیشے کی ایک بڑی سی اسکرین دونوں حصوں کے درمیان کھڑی کی گئی تھی اور یہ اسکرین بلٹ پروف تھی۔ ہاک کے دستک دیتے ہی گاڑی چل پڑی۔

"ہوں مارلین فلپ!" ہاک بولا۔ "میرا خیال ہے اس وقت تمہارے پاس تو کہنے کے لئے کوئی خاص بات نہیں ہوگی؟"

"آپ کا خیال صحیح ہے جناب!" میں نے جواب دیا اور اسے بحری معرکہ آرائی "مختصراً" سنا دی۔ میں نے کہا "تاہم میں اس معاملے میں ماریا وان ایڈلر کو ملوث نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ معصوم دکھائی دیتی ہے۔ مگر پہلی لانچ والے کون تھے اور انہیں میری روانگی کی کیسے خبر ہو گئی۔ میں کچھ نہیں بتا سکی۔"

"ہم۔ مم مم۔" ہاک نے کوئی خاص تبصرہ نہیں کیا اور

ہنکاری بھری۔

چند منٹ تک گاڑی میں خاموشی چھائی رہی پھر لرک نے اس سکوت کو توڑا۔ "تقریباً چھ منٹ بعد روسی کیمونسٹ پارٹی کا چیئرمین جان ایف کینیڈی ایئرپورٹ پر اترنے والا ہے وہ اقوامِ متحدہ میں ہمارے آدمیوں سے مذاکرات کرے گا اور کل تک یہاں سے چلا جائے گا۔ ہم نے سرزمین امریکا پر اس کے تحفظ کی مکمل ذمے داری لی ہے۔ اس لئے میں نے تمہیں فوری واساک سے بلوایا تھا۔"

"ہم... ہم... ہم... م..." میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور ہنکاری بھری۔

لیموسین تھوڑی دور جاکر ایک دوسرے رن وے کے قریب ٹھہر گئی۔ اس رن وے کے قریب سینکڑوں افراد کیمونسٹ پارٹی کے چیئرمین کے منتظر تھے۔ لرک نے جھک کر کھڑکی سے جھانکا اور ایک بڑے جیٹ ہوائی جہاز کی طرف اشارہ کرکے بولا۔ "ہمارے مہمان بالکل صحیح وقت پر یہاں پہنچے ہیں۔"

طیارہ رن وے کے اختتامی حصے کی طرف دوڑ رہا تھا۔ لیموسین مکمل بلٹ پروف ہونے کے ساتھ ساؤنڈ پروف بھی تھی۔ ورنہ طیارے کے اتنے نزدیک کھڑے ہونے پر ہماری سماعت ضرور متاثر ہوتی۔

طیارے کا دروازہ کھلا تو حفاظتی عملہ اس طرف دوڑ پڑا۔ کیمونسٹ پارٹی کے چیئرمین کے ساتھ دوسرے وزارتی عہدوں کے افراد بھی تھے۔ جب وہ سب طیارے کی سیڑھیاں طے کرکے نیچے آئے تو انہیں حفاظتی عملے نے گھیرے میں لے لیا۔ حفاظتی عملے میں امریکی اور روسی دونوں ملکوں کے افسر شامل تھے۔

پارٹی چیئرمین اور ان کے ساتھ آئے ہوئے اشخاص جب ایک گاڑی میں بیٹھ گئے تو حفاظتی عملے نے موٹر سائیکلیں سنبھال لیں۔ ہماری لیموسین ٹھیک چیئرمین کی کار کے عقب میں تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اقوامِ متحدہ کی عظیم عمارت کے سامنے موجود تھے۔ بلڈنگ کے صدر دروازے پر دنیا کے تمام ممالک کے جھنڈے لہرا رہے تھے اور مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

چیئرمین کی گاڑی پورٹیکو میں رکی اور انہیں فوراً پرائیویٹ سیکورٹی چیمبر میں لے جایا گیا۔ چیمبر کی دیواریں بہت مضبوط تھیں اور اس میں ایسی کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا کہ وہاں کی کوئی بات باہر آسکتی۔

چیمبر کے اندر کرسیاں اس انداز میں ترتیب دی گئی تھیں جیسے وہاں کوئی ڈرامہ ہونے والا ہو۔ ایک وسیع و عریض اسٹیج پر میز کی دونوں جانب کرسیاں لگی تھیں جن پر روسی چیئرمین، ان کے ساتھی اور امریکی مشیر، ان کے معاونین بیٹھے تھے۔ ہماری کرسیاں اسٹیج سے تھوڑی نیچے پہلی قطار میں حفاظتی عملے کے بعد تھیں۔ حفاظتی عملے میں سے آدھا ماسکو سے چیئرمین کے ساتھ ہی آیا تھا۔ ہمارے عقب میں اقوامِ متحدہ کی پولیس، ریاست کی پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دوسرے اداروں کے افراد بیٹھے تھے۔ ان مذاکرات میں عوام یا پریس کا کوئی نمائندہ شریک نہیں تھا۔

ہم نے اپنی نشستیں سنبھال لیں تو دونوں ملکوں کے نمائندوں نے مذاکرات کا آغاز کیا۔ ان کے آگے بڑھے ہوئے کاغذات میں حرکت پیدا ہوئی اور انھوں نے ایک دوسرے سے مدھم لہجے میں گفتگو شروع کر دی۔ دونوں چونکہ انٹرپریٹر پر گفتگو کر رہے تھے چنانچہ کسی مترجم کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ سیکورٹی چیمبر کے کسی خاص کمرے میں ان کی گفتگو کا ترجمہ کیا جا رہا تھا جو انہیں ہیڈ فون کے ذریعے سنائی دے رہا تھا۔

اس موقع پر میں نے تھوڑی سی بیزاریت محسوس کی ہال اور اسٹیج بالکل خاموش تھا اور ہمارے قائدین محض ہونٹ ہلا رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم کوئی خاموش فلم دیکھ رہے ہیں۔

شروع شروع میں دونوں ملکوں کے نمائندے برہم سے دکھائی دیے۔ انہوں نے نا صرف یہ کہ اپنی بھنویں چڑھائیں بلکہ میز پر مکے بھی مارے۔ تھوڑی دیر بعد یہ مرحلہ گزرا اور دونوں اعتدال پسندی اور معقولیت کے دائرے میں آ گئے۔ اب ان کا انداز بڑی حد تک دوستانہ بھی کہا جا سکتا تھا۔ میں نے ان کے اس انداز سے یہ اندازہ لگایا کہ گفتگو ان پُراسرار واقعات پر ہو رہی ہوگی اور دونوں ملکوں کے قائدین ایک دوسرے پر الزامات دھر رہے ہوں گے۔ مگر بالآخر اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ ان حرکات و واقعات میں ہر دو بڑے ممالک یعنی روس اور امریکا کا ہاتھ نہیں ہے۔

مذاکرات ختم ہونے کے بعد دونوں ملکوں کے نمائندے کھڑے ہوئے اور الوداعی طور پر ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے کی غرض سے بڑھے۔

روسی کیمونسٹ پارٹی کے چیئرمین کے عقب میں ایک شخص نے قدم آگے بڑھائے۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ روسی سفیر تھا، اور اپنی جیب سے ایک ہینڈ گرینیڈ نکال کر دانتوں

سے اس کا پن کھینچا اور اسے پارٹی چیئرمین کے قدموں میں قالین پر پھینک دیا۔

اس لمحے ہال میں سکوت چھا گیا۔ سکوت تو پہلے سے چھایا ہوا تھا مگر اس سکوت میں خوف کی آمیزش بھی تھی۔ پارٹی چیئرمین کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی اور اس یقینی موت سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ ہال میں ہم کو ملا کر ڈیڑھ سو محافظ ضرور رہے ہوں گے مگر اس قلیل اور لمحاتی وقفے میں کوئی کیا کر سکتا تھا؟ ہمارے دل یقیناً ہماری کنپٹیوں میں دھڑک رہے ہوں گے۔

میں نے لاشعوری طور پر ہولسٹر میں ہاتھ ڈالا اور اپنا ننھا سا ریوالور باہر نکال لیا مگر ہاک نے شانے پر سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ میں ریوالور نکال کر کچھ نہیں کر سکتی۔ ماسوائے اس کے کہ گرینیڈ پر فائر کر دوں لیکن یہ اقدام لاحاصل تھا۔ کیونکہ وہ گرینیڈ جو آئندہ چند سیکنڈ بعد پھٹنے والا تھا۔ چند سیکنڈ پہلے پھٹ جاتا!

روسی قائد کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اور وہ بت بنا ہوا اس گولے کو دیکھ رہا تھا جو صرف چند لمحوں بعد اس کے پرزے فضا میں بکھیر دیتا۔

اس سے پہلے کہ گرینیڈ پھٹتا۔ روسی سفیر نے از خود چھلانگ لگائی اور اس گرینیڈ پر لیٹ گیا۔ ہال میں ایک ہولناک دھماکا ہوا اور سفیر کے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے اس کا سر جسم سے جدا ہو کر دور جا پڑا تھا۔

اس غیر[illegible] دھماکے سے تمام قائدین اپنی جگہ پر لڑکھڑا گئے مگر انہیں [illegible]مانی طور پر کوئی نقصان نہیں پہنچا ہاک اور دوسرے [illegible]اظتی عملے کے ارکان نے چیئرمین کو عمارت کی پورٹیکو میں کھڑی ہوئی لیموسین میں بٹھا دیا اور عملے کو ہدایت دی کہ وہ انہیں لے کر روسی سفارت خانے پہنچ جائے۔ امریکی مشیر اور ان کے معاونین کو بھی حفاظت کے ساتھ عمارت سے باہر نکال لیا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد عمارت کو نیویارک پولیس بم کے ماہرین اور اخباری نمائندوں نے گھیر لیا۔ پرائیویٹ سیکیورٹی چیمبر کو اقوام متحدہ کی خصوصی پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس طرف ہر ایک کو جانے سے روکا جا رہا تھا مگر ہاک اور میرے لئے راستہ چھوڑ دیا گیا۔ ہم اسٹیج کے قریب پہنچے تو مردہ سفیر کے جسم کے ٹکڑے ایک اسٹریچر پر رکھے دکھائی دیئے۔ مجھے یقین تھا کہ اس وقت تک روسی حفاظتی عملہ اور امریکی سیکرٹ ایجنٹ اس بات کی کھوج میں لگ چکے ہوں گے کہ روسی سفیر اس سے پہلے کہاں کہاں رکے تھا۔ اور وہ گرینیڈ اس نے کہاں سے حاصل کیا تھا۔

اس دوران میں کسی افسر نے وائٹ ہاؤس سے رابطہ قائم کر کے صدر امریکا کو بھی تازہ ترین صورت حال سے مطلع کیا۔ صدر نے گفتگو کا سلسلہ منقطع نہیں کیا اور سیکرٹ سروس کے چیف، ہاک کو بلوایا۔ تھوڑی دیر بعد ہاک گفتگو کر کے لوٹا تو میں نے اس کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھا۔ وہ زیر لب کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

اس نے میرے قریب آ کر کہا۔ "صدر نے اس واقعے پر اظہار افسوس کرنے کے ساتھ مذمت بھی کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تحقیقات کی جا رہی ہیں اور جیسے ہی روسی سفیر کے بارے میں کوئی خاص بات معلوم ہوئی، ہمیں اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔" اس نے توقف سے کہا۔ "بہر حال ایک خاص بات تو ہمیں بھی پتا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں چونکی۔

"دو رات پہلے روسی سفیر ہلڈا وان ایڈلر اور اس کی ماں کی طرف سے دی گئی ایک پارٹی میں مدعو تھا اور یہ ضیافت ہلڈا کی رہائش گاہ پر دی گئی تھی۔"

"آپ کو یقین ہے؟"

ہاک نے اثبات میں سر ہلایا اور دوسرے سیکرٹ ایجنٹ کی طرف دیکھا۔ "ایجنٹ زیڈ بھی اسی ضیافت میں شریک تھا میں جانتا تھا کہ تمہارے لئے بہ یک وقت ان تینوں بہنوں پر نگاہ رکھنا دشوار ہوگا۔ چنانچہ میں نے ایجنٹ زیڈ کو ہلڈا کے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں کچھ دیر ایک دوسرے کے ساتھ گزارو تاکہ ایجنٹ زیڈ تمہیں مکمل معلومات فراہم کر سکے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تم ماریا کا پیچھا چھوڑ کر ہلڈا کو دیکھو۔"

"اور جناب؟"

"یہ بات کہنا تضیع اوقات ہی ہوگا کہ وقت کا خاص خیال رکھنا۔ میں اس کیس کو جلد از جلد ختم ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ بات طے ہے کہ اس کیس میں وان ایڈلر بہنوں کا کوئی نہ کوئی ہاتھ ہے۔ اس تعلق کو ہر حال میں معلوم کرو۔" اس نے کہا اور ہم دونوں کو چھوڑ کر سیکرٹ سروس کے نیویارک آفس کی طرف چلا گیا۔

تمام دن ہوائی جہاز، لانچ اور کاروں میں سفر کرنے سے مجھ پر کچھ سستی سی طاری ہو رہی تھی۔ ہاتھ پیر ڈھیلے سے ہو گئے تھے۔ میں نے ایجنٹ زیڈ ون سے کہا کہ کیوں نہ ہم لوگ کسی جمنازیم کلب چلیں۔ کچھ ہاتھوں پیروں کی توانائی بحال ہو جائے گی۔ اس نے میری رائے کو پسند کیا۔

مجھے یقین تھا کہ ایجنٹ زیڈ کے نام سے جس طرح میں ناواقف ہوں اُسی طرح سے وہ بھی میرا اصلی نام نہیں جانتا ہوگا۔ وہ ایک ٹھوس اور توانا مرد تھا۔ اس کے شانے مجھ سے کچھ چھوٹے تھے مگر وہ وزن میں مجھ سے زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ جمنازیم کلب جاکر میں نے ہینڈ بال کھیلنے کو ترجیح دی۔

زیڈون نے بال کو نکّے سے ہٹ لگائی تو اس کا اناڑی پن ظاہر ہوگیا۔ اس نے گیند کو خاص انداز سے دیوار پر مارنے کے بجائے اس پر اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی گیند اچھل کر تیر کی طرح سے میری طرف آئی۔ اور مجھے اس پر ہٹ لگانے میں دانتوں پسینہ آگیا۔

"اس رات کی پارٹی بہت زوردار تھی!" اس نے مجھے بتانا شروع کیا۔ "وہ تینوں بہنیں واقعی اس بات سے واقف ہیں کہ مردوں پر کس طرح سے قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس رات کی ضیافت میں چند اداکار، روسی سفیر، دو برطانوی مصنف اور ایک سستا اور احمق سا مصور بھی تھا۔ جو ننگی تصاویر پینٹ کر کر کے مشہور ہوگیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی درجنوں افراد تھے جن سے میں واقف نہیں ہوں۔"

"کیا ان میں سے کوئی شخص خصوصیت سے اس سفیر کے گرد منڈلا رہا تھا؟" میں نے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی گیند پر ایک زوردار ہٹ لگائی۔ ایجنٹ زیڈون اس شارٹ کو روکنے میں ناکام رہا اور میں نے ایک پوائنٹ بنا لیا۔

"ہونہہ.... ہونہہ!" زیڈون نے جھلا کر کہا اور مجھے جواب دیا۔ "وہاں سب ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے بس ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے سب کسی کلب میں مل بیٹھے ہوں۔"

میں نے مزید سوال کیا۔ "کیا ہلڈا اور اس کی ماں اُرسلا اس کے نزدیک دیکھی گئی تھیں؟" میں دیوار سے ٹکرا کر آنے والی گیند پر ہٹ لگاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ میں اس سے کس قسم کی معلومات اکٹھا کرسکوں گی۔

"نہیں۔" ایجنٹ زیڈون نے جواب دیا۔ "روسی سفیر ضیافت کے دوران میں زیادہ تر اس آرٹسٹ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ ضیافت کے اختتام پر میں نے اسے آرٹسٹ سے دو برہنہ پینٹنگ بھی خریدتے دیکھا۔" اس نے منہ بنا کر کہا "سمجھ میں نہیں آتا یہ کس قسم کے اشتراکی ہیں۔ اپنے ملک میں تو بورژوا ایت اور اس سے پیدا ہونے والی تمام برائیوں کا زور و شور سے پروپیگنڈا کرتے ہیں مگر امریکا آکر وہی کچھ کرنا شروع کر دیتے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ اس کو دو برہنہ پینٹنگز خریدتے دیکھ کر مجھے ذہنی طور پر بہت کوفت ہوئی۔

"یہ تمام فلسفے وقت کی ضرورت کے مطابق ڈھالے جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "خیر اس کا تذکرہ چھوڑ۔ اس پر پھر کبھی گفتگو کریں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر اس روسی سفیر کے دماغ کا معائنہ کیا جائے؟"

"دماغ کا معائنہ!" اس نے حیرت سے کہا۔ "اس سے کیا ہوگا؟"

"ہوسکتا ہے اس سے پتہ چل جائے کہ وہ اس طرح سے خودکشی کیوں کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان کو ہپناٹائز کیا گیا ہو یا کوئی خاص دوا استعمال کرائی گئی ہو۔"

"ہوسکتا ہے!" ایجنٹ زیڈون نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاک چاہتا ہے کہ آج میں ہلڈا کے ہاں جاؤں" میں نے کہا۔ "ہم جب یہ کھیل ختم کرلیں گے تو میں آج رات کیلئے اس کو انگیج کرلوں گی۔ اس دوران تم ہاک کو رپورٹ دے دینا۔ اس کو میری رائے سے آگاہ کرنا اور کہنا کہ میں روسی سفیر کے دماغ کا معائنہ چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے جواب دیا۔ اور گیند کو ہٹ لگانے میں ناکام رہا۔

وہ مجھ سے ہینڈ بال کا کھیل ہار چکا تھا۔

جمناسٹک کلب کے باتھ روم سے جب ہم نہا دھو کر باہر نکلے تو میں نے ایک بار سے ہلڈا کو فون کیا۔ اس نے میری آواز پہچان کر کہا۔ "اوہ! جانِ جاناں۔" شاید اس نے ریسیور کا بوسہ بھی لیا تھا۔ "تم پھر واپس آگئیں۔ تمہیں میری بہن نے چھوڑ دیا؟.... اچھا آج رات آجاؤ.... آج رات تمہاری ہے۔"

"میں تمہیں گھر سے آٹھ بجے لے لوں گی۔" میں نے کہا۔

کلب سے میں نے ایجنٹ زیڈون سے رخصت مانگی اور اپنے اس مکان میں آگئی جس میں مل مالکہ للی ایڈمنڈ کی حیثیت سے مقیم تھی۔ ان بہنوں پر میں نے یہی ظاہر کیا تھا کہ میرا ہیڈ آفس نیویارک میں ہے۔

ہاک نے اس سلسلے میں مجھ سے پورا پورا تعاون کیا تھا۔ اس نے مجھے کروڑپتیوں کی مانند ایک شاندار اور پرتکلف گھر میں ٹھہرایا تھا۔ وہاں دنیا کی تمام آسائشیں مہیا تھیں۔ وسیع کمرے۔ کشادہ بیڈ روم اور پورا گھر الیکٹرانک آلات سے بھرا ہوا۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے میں نے وہاں اپنی حفاظت کا بھی معقول بندوبست کیا تھا۔ میں نے وہاں کچھ دیر آرام کیا اور پھر کپڑے تبدیل کر کے ہلڈا کے اپارٹمنٹ پر پہنچی

اس کی رہائش گاہ پر پہنچ کر یہ احساس ہوا جیسے میں کسی کلب میں پہنچ گئی ہوں۔ مجھے توقع تھی کہ ہلڈا اکیلی ہی ملے گی مگر وہاں اس کی ماں ارسلا اور ایک کروڑپتی بھی موجود تھا۔ اس کروڑپتی نے مجھے دیکھ کر منہ بنایا تھا۔ ہلڈا نے مجھ سے اس کا تعارف کرایا پھر بولی۔ "مسٹر بائرن ارسلا کے ساتھ جا رہے ہیں۔"

"ہاں۔" بائرن نے جھٹکے دار آواز میں کہا۔

"ہم تمہارے آنے سے پہلے اس عجیب و غریب حادثے پر گفتگو کر رہے ہیں جو روسی سفیر کولوچاک کو پیش آیا ہے۔" ہلڈا نے کہا۔

میرے کان کھڑے ہو گئے تاہم میں نے چہرے سے ایسا کوئی تاثر ظاہر نہیں ہونے دیا جس سے یہ پتا لگ سکے کہ میں بھی اس موضوع میں دلچسپی لے رہی ہوں۔ ہلڈا نے مجھ سے پوچھا۔ "تم نے اس حادثے کے متعلق کچھ سنا؟"

"نہیں۔" میں نے لاعلمی ظاہر کی۔

"وہ اقوام متحدہ میں کوئی گیس بوائلر پھٹنے سے ہلاک ہوا ہے!"

"اوہ خدایا۔" میں نے خواہ مخواہ کانوں کو ہاتھ لگایا "کس قدر خوفناک حادثہ ہے۔"

میں سمجھ گئی تھی کہ ہلک نے ہی بوائلر والی کہانی گھڑی ہو گی۔

"کولوچاک بہت زندہ دل شخص تھا۔" ہلڈا نے تاسف سے کہا۔ "جب کوئی ایسا شخص اچانک مر جائے تو دھچکا سا لگتا ہے۔"

"تم اس سے واقف تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، ارسلا سے اس کی اچھی دوستی تھی۔ دو رات پہلے اس نے یہاں ہونے والی ایک پارٹی میں شرکت بھی کی تھی۔"

"اچھا۔" میں نے یونہی سر ہلا دیا۔

اس کروڑپتی کے جانے کے بعد میں نے ہلڈا سے پوچھا "میں تمہیں کہاں لے چلوں؟"

"کہیں جانے کے بجائے یہاں ٹھہرنا زیادہ بہتر ہو گا۔" ہلڈا بولی۔ "یہاں کیا نہیں ہے۔ شراب، شباب اور نظارہ! باہر ٹھوکریں کھانے کے بجائے ہم یہاں بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔" اس نے میری طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں آنکھ ماری۔

میں جانتی تھی کہ اس کی بہن ماریہ نے اب تک اسے میرے بارے میں ساری تفصیلات فراہم کر دی ہوں گی اور وہ میرے ٹائپ سے آگاہ ہو چکی ہو گی ـــ جب کہ میں اس گھناؤنی حرکت میں بہ حالت مجبوری حصہ لے رہی تھی۔ ویسے بھی ان لڑکیوں سے نزدیک رہنے کا کوئی جواز ہونا چاہیے تھا۔

میں نے اس کے اصرار پر کہا۔ "تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہاں ہم بہتر انداز میں وقت گزار سکتے ہیں۔" میرے اچانک حامی بھر لینے سے وہ کچھ چونک پڑی تھی۔ شاید اسے توقع نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی اس کی بات مان لوں گی۔

اپنے چست لباس پر اس نے ایک ہلکا سا گاؤن پہن رکھا تھا اس کے سنہری بال کھلے ہوئے تھے اور گلے میں یاقوت کا ہار پڑا ہوا تھا۔

ہلڈا نے برآمدے کی روشنیاں بجھا دیں اور صرف ایک بلب جلتا رہنے دیا۔ اس نے ڈرائنگ روم سے دو کرسیاں اور ایک چھوٹی میز لا کر وہاں رکھی اور میز پر لوازمات مے کشی میں سجا دیے۔ پاس رکھی ہوئی ٹرن ٹیبل کا اس نے بٹن دبایا تو اس سے ہلکی ہلکی موسیقی پھوٹنے لگی۔

اس نے میری کرسی کے ہتھے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"للی ایڈمنڈ! تم ہر لحاظ سے عجیب عورت ہو۔ ماریہ نے مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ جب تم نے مجھے فون کیا تو میں نے تمہاری دعوت فوراً قبول کر لی۔ میں بھی اس معاملے میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتی تھی۔ یقین رکھو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔"

میں نے بے تابی ظاہر کرتے ہوئے اپنی آغوش وا کی اور اس کا سراپا سمیٹ لیا۔ اس کے جسم میں توقع سے زیادہ حدت تھی۔ میں نے اس کے نشیب و فراز سے الجھتے ہوئے اچانک پوچھا۔ "کولوچاک کیا یہاں بہت زیادہ آتا جاتا تھا؟"

"تمہیں اس سے حسد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" ہلڈا نے جواب دیا۔ "ویسے بھی اس کی شخصیت میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ آدمی اس کا نوٹس لیتا۔ وہ ہوتا تھا تو وقت اچھا کٹتا تھا اب نہیں ہے تو کوئی اس کی غیر حاضری کو محسوس نہیں کرے گا۔"

میں اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہو سکی۔ وہ یقیناً کوئی بات چھپا رہی تھی۔ میں ہر حال میں اس کو بے نقاب کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کو پہلے عملاً بے نقاب کیا۔ یعنی ہلڈا کا گاؤن ایک طرف اچھال دیا۔

اس کے ہونٹ میرے رخساروں سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ میرے ایک ہاتھ میں ڈبل لارج وسکی کا پیگ اور دوسرے ہاتھ میں ہلڈا تھی۔ میں بہ یک وقت شراب و شباب سے الجھ رہی تھی۔

میں نے اس کے پھول سے جسم کو اٹھایا اور خواب گاہ کی طرف بڑھی۔ خواب گاہ میں بہت کم فرنیچر تھا اور وسط میں صرف

ایک ڈبل بیڈ بچھا ہوا تھا میں نے ہلڈا کا جسم اس پر سجا دیا۔ وہ کسی سرخ گلاب کی مانند کھل رہی تھی۔ میں نے اس کے جسم سے ایک انجانی مگر دل فریب خوشبو نکلتی محسوس کی۔ میرا مشام جان معطر ہو گیا۔

اس نے کہا "للی یہاں ہم سرور و مستی کی جس کیفیت سے گزریں گے اُسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ سکیں گے۔ وہ دیکھو۔"

میں نے اس طرف دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ بستر کے سرہانے تین آئینے لگے تھے اور ان میں ہمارا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ ایک کے بجائے وہاں تین گلاب کھلے ہوئے تھے! اور پھر میں ان گلابوں کے سحر میں دیر تک کھوئی رہی۔

مگر اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی ایک تشنگی سی باقی رہ گئی۔ جو لمحے بیت رہے تھے دل چاہتا تھا اس کی ذات پر نچھاور کر دیے جائیں یا پھر ماحول ساکت ہو جائے اور ہم اسی حالت نشاط میں منجمد ہو جائیں۔

لیکن کوئی حسرت پوری نہ ہو سکی۔ ہلڈا نے برآمدے کی میز سے شیمپین کی بوتل اور گلاس اٹھا کر بستر سے منسلک تپائی پر رکھ دیا اور اپنے سنہری بالوں کو جل پریوں کے انداز میں جھٹکتی ہوئی بولی "للی اپڈمنڈ! تم آرام کرو۔ تھک گئی ہو گی... میں باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ گنگناتی ہوئی باتھ روم کی طرف چلی گئی تو میں شیمپین سے شغل کرنے لگی۔ میں نے ابھی دوسرا جام ختم کیا تھا کہ پردوں کے عقب سے آہٹ سنائی دی۔ جیسے کسی نے دروازہ دھڑ دھڑایا ہو۔ میں نے پھرتی سے اپنے کپڑے جسم پر ڈالے اور قد آدم پردوں کی طرف لپکی۔ پردے کو خفیف سا ایک طرف کرنے پر مجھے ہنسی آ گئی۔ غالباً" ہلڈا کی بے توجہی سے ایک دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ اور اس کے پٹ ہوا سے دھڑ دھڑا رہے تھے میں نے دروازہ بند کیا اور بستر کی طرف پلٹی۔

اچانک عقب سے ایک سرسراہٹ ہوئی اور میں نے غیر ارادی طور پر اپنے ہاتھ اٹھا دیے اور گردن کو ڈھانپ لیا ٹھیک اسی وقت میرے گلے میں باریک اور دھاردار تار کا پھندا پھینکا گیا۔ چونکہ میں گلے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ چنانچہ وہ پھندا پھسلتا ہوا میرے شانے پر آ کر اٹک گیا۔ حملہ آور نے زور لگایا تو میں نے شدید تکلیف محسوس کی۔ باریک تار میری نرم و ملائم کھال میں پیوست ہوتا جا رہا تھا اور کسی بھی لمحے میری کھال مع گوشت کے کٹنے والی تھی!

پہلے ہی جھٹکے پر میں نے یہ جانا تھا کہ میں دو حصوں میں منقسم ہو جاؤں گی اگر حملہ آور کو کچھ اور موقع دیتی تو شاید یہ بھی ہو جاتا مگر میں نے اپنی جگہ پر مضبوطی سے جم کر عقب میں لات ماری .... لیکن کچھ نہیں ہوا۔

یکبارگی میری نگاہ ان آئینوں کی طرف اٹھ گئی جو بیڈ کے سرہانے لگے تھے۔ میرا غنیم تاریکی میں دائیں بازو پر کھڑا تھا۔ میں نے اپنے پنجوں پر زور دیا اور اچھل کر اس پر جا پڑی۔ میرے جسم میں سنسنی پھیل گئی ــــ وہ سیکرٹ سروس کا ایجنٹ زیڈوان تھا میں اس کو پہچاننے میں کسی قسم کی غلطی نہیں کر سکتی تھی یہ بلاشبہ وہی شخص تھا جس کے ساتھ میں نے اس کیس پر گفتگو کی تھی اور کلب میں ہینڈ بال کا کھیل کھیلا تھا۔

مگر اس وقت وہ اتنی مہلت نہیں دے رہا تھا کہ میں اس سے کوئی سوال و جواب کرتی۔ چونکہ وہ قاتلانہ حملے کر رہا تھا چنانچہ مجھے دفاع کرنا تھا۔ اس اندھیرے میں اپنی بقا کی جنگ لڑتے ہوئے مجھے بڑا عجیب لگا۔ کیوں کہ میں اپنا اور اس کا سراپا آئینے میں بھی دیکھ رہی تھی ــــ وہی آئینہ جس میں کچھ دیر بیشتر میں نے ہلڈا کے ساتھ خود کو محوِ اختلاط دیکھا تھا۔

زیڈوان کی نگاہ ابھی تک آئینے پر نہیں پڑی تھی اور وہ مجھے قابو کرنے کی فکر میں تھا۔ میں نے اس پر الٹی چھلانگ تو لگا دی تھی۔ مگر اس کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا سکی تھی وہ بھی بہر حال ایک سیکرٹ ایجنٹ تھا اور لڑائی بھڑائی کے اسرار و رموز سے پوری طرح آگاہ تھا۔ میں نے جب اس پر پشت سے چھلانگ لگائی تھی تو وہ اسی وقت پھرتی سے کچھ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پھر اس نے آگے آ کر مجھے اپنی ٹانگوں سے گرفت میں لینا چاہا۔

میں نے اپنی لات اس کی جانگھ پر ماری وہ تکلیف سے کراہتا ہوا فرش پر گرا۔ چونکہ تار پر اس کی گرفت مضبوط تھی چنانچہ میں بھی اس کے ساتھ فرش پر لڑھک گئی۔ میرے شانے اب بھی تار کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ وہ نیچے گرتے ہی کروٹ لے کر دوبارہ مجھ پر آ رہا تھا۔ اسی کی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح سے اس تار کے پھندے سے میرا گلا گھونٹ دے۔ اس کے انداز میں درندگی اور وحشیانہ پن تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے اس کے چہرے پر ایک خاص علامت بھی دیکھی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ نیند کی حالت میں ہو، وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کا اسے ادراک نہیں ہے۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور آنکھیں ساکت! جیسے اُسے کوئی خاص دوا دی گئی تھی یا ہپناٹائز کیا گیا تھا۔

میں اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانا چاہتی تھی۔ میرا ارادہ اسے مارنے کا نہیں تھا۔ لیکن اس وقت وہ کچھ اتنے وحشیانہ انداز میں حملہ آور ہوا تھا کہ اس پر جوابی حملہ

کرتے ہوئے اس کو موت کے منہ میں جانے سے نہ روک سکی۔

وہ میری گردن دبانے کے لئے جھکا تو میں نے ہتھیلی کو سخت کرکے اس کے حلقوم پر کراٹے کا ایک خوفناک داؤ کیا۔ وہ اس ایک حملے کی تاب نہ لاسکا اور اچھل کر پیچھے گرا فرش پر گرتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوگئے اور گردن ایک سمت میں مڑ گئی۔ میں نے فرش سے اٹھتے ہوئے اپنے آپ کو نار کے پھندے سے نکالا اور اس کی لاش کو گھسیٹنے لگی۔

باتھ روم کا شاور اب بھی چل رہا تھا اور ہلڈا کے گنگنانے کی آواز آرہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ کمرے میں ہونے والی جدوجہد سے ہلڈا اب تک لاعلم ہوگی کیوں کہ فرش پر دبیز قالین تھا اور زیادہ اٹھا پٹخ ہوئے بغیر ہی زیڈون موت کی نیند جا سویا تھا۔

دفعتہً مجھے خیال آیا کہ ہلڈا ایک اچھی اداکارہ بھی ہوسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے اُسے زیڈون کے حملے کے بارے میں پہلے ہی سے علم ہو اور اس نے باتھ روم جانے کے بہانے اپنے آپ کو وہاں نکال لیا ہو تاکہ میں اس پر کوئی شبہ نہ کرسکوں۔ لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ وہ معصوم ہو اور اس حملے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

چونکہ زیڈون سے میں نے ہلڈا کے وہاں جانے کا تذکرہ کیا تھا چنانچہ وہ خود ہی میری بو سونگھتا ہوا وہاں آگیا۔

اگر یہ پہلو درست تھا تو زیڈون کی لاش کو وہاں نہیں ہونا چاہیے تھا اگر وہ باتھ روم سے نکل کر اس لاش کو دیکھ لیتی تو میرے لئے جواب دہی مشکل ہوجاتی۔ میں اس کو کسی صورت بھی مطمئن نہیں کر پاتی۔

میں زیڈون کی لاش کو گھسیٹ کر ٹیرس پر لائی اور وہاں سے میں نے اُسے نیچے پھینک دیا۔ پھر میں نے خواب گاہ میں داخل ہوکر تیزی سے سیکرٹ سروس کے چیف ہاک کے نمبر ڈائل کئے۔ میرے پاس اس کا خصوصی نمبر تھا اور میں اس سے بلا روک ٹوک گفتگو کرسکتی تھی۔

سلسلہ ملنے پر میں نے اسے معاملے کی اہمیت کا احساس دلایا اور پورا واقعہ بتا کر کہا۔ "میں اور میری دوست یہاں سے جارہے ہیں۔ کیا آپ اس دوران میں صورتِ حال کو سنبھال سکتے ہیں؟"

ہاک نے میری بات فوراً سمجھ لی۔ اس نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔ تم معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور وہاں آج رات مجھ سے ملاقات ضرور کرنا۔"

باتھ روم کا دروازہ کھلا تو میں نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کرکے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ہلڈا ایک اور قیامت خیز انداز میں خواب گاہ میں داخل ہوئی اس کے سفید جسم پر سیاہ لباس تھا اور اس نے پیلے رنگ کے جواہر پہن رکھے تھے میری آنکھیں اس کے حسنِ بلاخیز سے خیرہ ہوگئیں۔ اگر مزید وقت ہوتا تو میں اسے داد دیتی اور اس کے ساتھ مزید کچھ وقت گزارتی۔

میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا شیمپین کا جام دوبارہ اٹھا لیا اور ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگی۔ ہلڈا گنگناتی ہوئی میرے قریب آکر بیٹھ گئی۔ مگر اس کے انداز سے قطعی یہ بات نہیں جھلکتی تھی کہ وہ مجھے مردہ دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ وہ اس معاملے میں قطعی ملوث نہیں تھی یا پھر بہت بڑی اداکارہ تھی!

میں نے اس پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم باہر چل کر ڈنر لیں۔ اس طرح سے تھوڑی سی تفریح بھی ہوجائے گی۔"

اس نے جواب دیا۔ "میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

مجھے ایک گونہ سکون ہوا کہ ہلڈا کی غیر موجودگی میں ہاک کے آدمی زیڈون کی لاش کو اٹھا لے جائیں گے اور اسے کانوں کان خبر نہیں ہو پائے گی۔

ریستوران میں کھانے کے دوران میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جس سے میں ہلڈا پر کسی قسم کا کوئی شبہ کر پاتی! اس نے مجھ سے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ کچھ روز گھومنا چاہتی ہوں۔"

"کہاں" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میکسیکو، اسپین اور فرانس وغیرہ!" اس نے اس طرح سے ان جگہوں کے نام گنوائے جیسے اس شہر کے مختلف علاقوں کا تذکرہ کررہی ہو۔ "یہ تم تو جانتی ہی ہو کہ ہم تینوں بہنوں کے پاس ذاتی طیارے ہیں ہمیں سفر کرنے کے دوران میں کوئی زحمت نہیں ہوتی۔۔۔ میں کہتی ہوں تم ساتھ چلو تو بہت مزہ آئے گا۔ تمہارے ساتھ رہ کر میں ایک نئی لذت سے آشنا ہوئی ہوں، جو بہت دل فریب اور سحر انگیز ہے۔"

"فی الحال میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

ہلڈا نے چونک کر میری طرف دیکھا اور الجھن آمیز انداز میں سر ہلا کر رہ گئی۔ وہ میرے بدلے ہوئے موڈ پر حیران تھی۔ کھانا ختم ہونے پر میں نے اسے دوبارہ گھر پہنچایا اور سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑی۔

مغربی ساحل کے قریب ایک تاریک عمارت میں سیکرٹ سروس کا چیف، ہاک میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ عمارت بظاہر باہر سے تاریک تھی لیکن اندر سے نہ صرف یہ کہ وہ روشن تھی بلکہ وہاں تقریباً سو افراد کام بھی کر رہے تھے۔ سیکرٹ سروس کے یہ افراد دن رات ٹیلی پرنٹرز پر کام کرتے تھے اور دنیا بھر کی تازہ ترین رپوٹیں ہاک کو پیش کرتے تھے۔

سیکرٹ سروس کا مردہ خانہ بالکل علیحدہ تھا۔ ہاک ایک میڈیکل ایگزامنر کے ساتھ مجھ سے وہیں ملا تھا۔ میڈیکل ایگزامنر نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "مارلین فلپ! ہم نے تمہارے کہنے کے مطابق ایجنٹ نیڈون پر متعدد تجربات کیے تھے۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی موت گردن کا منکا ٹوٹنے کی بنا پر ہوئی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ کوئی خاص بات معلوم ہوئی؟"

"نہیں۔" میڈیکل ایگزامنر نے جواب دیا۔ "کیوں، تم کس چیز کی متوقع تھیں؟"

"میں چاہتی تھی کہ اس کے دماغ کا معائنہ کیا جائے کیونکہ جب یہ شخص ہلڈا کی خواب گاہ میں مجھ پر حملہ آور ہوا تھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی طاقت کے زیر اثر ہو۔ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کے سائے لہرا رہے تھے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ایجنٹ نیڈون سابقہ افراد کی مانند کسی طاقت کے کنٹرول میں تھا؟" ہاک نے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"مگر یہ تمہیں کیوں ختم کرنا چاہتا تھا؟" ہاک بولا۔ "دنیا میں سیکڑوں سیکرٹ ایجنٹ اس کیس پر کام کر رہے ہیں۔ یہ خاص طور پر تمہیں ہی کیوں مارنا چاہتا تھا؟"

"اس سلسلے میں ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں نے اس سے اس امکان پر گفتگو کی تھی کہ تمام خودکشی کرنے والوں کے دماغ کا معائنہ کرنا چاہیے۔ چونکہ ابھی یہ بات میں نے آپ کے کانوں تک نہیں پہنچائی تھی۔ چنانچہ اس نے مجھے راہ سے ہٹانا چاہا، تاکہ ان افراد کا دماغی معائنہ نہ ہو سکے۔"

"ایجنٹ نیڈون کے دماغی معائنے کے بعد ہمیں کیا پتا چلے گا؟" میڈیکل ایگزامنر نے پوچھا۔

"صحیح طور پر تو مجھے کچھ اندازہ نہیں کہ دماغ کے کون سے حصے میں کس جگہ پر تبدیلی واقع ہوئی ہوگی اور اسے کیسے کنٹرول کیا جا رہا ہو گا۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی کل ضرور ٹیڑھی ہوگی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے جناب؟" میڈیکل ایگزامنر نے ہاک سے سوال کیا۔

ہاک ایک لمحے کے لئے جھجکا پھر اس نے فوراً جواب دیا۔ "اس کے دماغ کا تجزیہ ضرور کیا جائے۔ شاید اس طرح سے کوئی مفید بات معلوم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" ایگزامنر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں تین روز بعد اس کی رپورٹ آپ کے حوالے کروں گا۔ دماغ کا معاملہ نازک ہوتا ہے اس پر متعدد ٹیسٹ کرنے پڑتے ہیں۔"

ہاک نے مجھے اشارہ کیا اور ہم میڈیکل ایگزامنر اور نیڈون کی لاش کو وہیں چھوڑ کر آفس کی طرف بڑھ گئے۔ ہاک نے اپنی آرام دہ کرسی میں دھنس کر ایک سگار منہ سے لگایا اور مجھ سے بولا۔ "ان ہلڈا سسٹرز کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ اس معاملہ میں کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی طور ضرور ملوث ہیں۔ لیکن کیسے اور کیونکر میں یہ پتا لگانے سے قاصر رہی ہوں۔ بظاہر تو وہ معصوم اور بے ضرر دکھائی دیتی ہیں۔"

"تازہ ترین اطلاعات کے مطابق مونٹی کارلو میں بھی تھوڑی بہت گڑبڑ ہوئی ہے اور میری چھٹی حس کہتی ہے کہ اس کا اس کیس سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔"

"کیسی گڑبڑ؟" میں نے سوال کیا۔

"وہاں بلجیئم کا ایک باشندہ ٹرنگوار مسلسل جوئے میں جیت رہا ہے۔ جواخانے کی ساری رقم ختم ہو چکی ہے اور اسے چوبیس گھنٹے کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ ٹرنگوار کے ایک بھائی نے چند ہفتے قبل جرمنی کے سفیر پر چاقو تان لیا تھا پھر بعد میں دوسرے افراد کی طرح سے خودکشی کر لی۔ چونکہ یہ حرکت اس کے بھائی نے کی تھی چنانچہ ہم اس کو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ بہرحال تم مونٹی کارلو کے اس قمار خانے میں جا کر ٹرنگوار کو چیک کرو۔ شاید کوئی مفید معلومات حاصل ہو جائیں۔ قمار خانہ چوبیس گھنٹوں کے لیے بند کر دیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ جب وہ دوبارہ کھلے تو تم وہاں موجود رہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم ہلڈا کو نگاہ میں رکھو۔" اس نے کچھ توقف سے پوچھا۔ "یہ دونوں باتیں بیک وقت تمہارے لیے ممکن ہیں؟"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" میں نے اسے اطمینان دلایا۔ "کیونکہ ہلڈا نے مجھے دنیا کی مفت سیر کی پیش کش کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنے ذاتی جیٹ طیارے میں مجھے لندن، نیویارک، پیرس اور ہانگ کانگ کی سیر کرانا چاہتی ہے۔"

"اور تم یہ پیش کش قبول کر کے اس کو مونٹی کارلو چلنے کو کہو گی؟" ہاک نے سوال کیا۔

میں نے جواب دیا۔ "ہاں! مجھے امید ہے کہ وہ میری فرمائش کو رد نہیں کرے گی۔"

"میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔" ہاک نے رخصتی مصافحے کے لیے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور عمارت سے باہر آ گئی۔

دوسری صبح میں نے آٹھ بجے کے قریب ہلڈا کو فون کیا۔ حسب توقع اس کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "ہیلو؟" اس نے استفسار کیا۔

"ہلڈا! میں للی اینڈ منڈ بول رہی ہوں۔" میں نے کہا۔

"للی؟" وہ چونکی۔ "کون للی؟"

"اف خدایا۔" میں نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم کہیں نسیان کی مریضہ تو نہیں ہو؟ ہم گزشتہ شب تمہاری خواب گاہ میں خوش فعلیاں کر رہے تھے۔"

"اوہ، تم ہو جانِ جاناں!" اس نے اطمینان کی سانس لی۔ "کہو کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے تمہاری سیر و تفریح والی پیش کش منظور کر لی ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر میں اسپین، فرانس یا لندن جانے کے بجائے پہلے مونٹی کارلو جانا چاہتی ہوں۔"

"بہت خوب!" دوسری طرف سے ہلڈا کی چہکار سنائی دی۔ "تمہیں کب تک چلنا ہے؟"

"بالکل ابھی۔" میں نے جواب دیا۔ "تم نے گزشتہ رات کہا تھا کہ تمہارا جیٹ طیارہ بالکل تیار ہے؟"

"بالکل۔" اس نے جواب دیا۔ "طیارہ ہمہ وقت تیار رہتا ہے مگر تم مونٹی کارلو کیوں جانا چاہتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ خصوصیت سے وہیں کیوں؟"

"وہاں کسی زیرک ترین جواری نے قمار خانے کو لوٹ لیا ہے۔ وہ مسلسل جیت رہا ہے اور اب دنیا کے تمام اخبارات میں اس بات کو اچھالا جا رہا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ قمار خانے کے دوبارہ کھلنے پر میں وہیں موجود رہوں۔"

میں جانتی تھی کہ ایڈونچر کی شوقین ہلڈا کے لیے اس قمار خانے کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور وہاں تک پہنچنے کے لیے فوراً حامی بھر لے گی۔ اس نے میری توقع کے مطابق ہی جواب دیا۔

"میں تیار ہوں۔ کیا تم مجھے لانگ آئی لینڈ تک لے جا سکتی ہو؟ میرا طیارہ وہیں ہے۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔ "تم تیار ہو جاؤ، میں فوراً پہنچ رہی ہوں۔"

میں گاڑی لے کر ہلڈا کی رہائش گاہ پر گئی تو اسے اپنا انتظار کرتے پایا۔ وہ بغیر کچھ کہے گاڑی میں آ بیٹھی۔ ہم تھوڑی دیر بعد لانگ آئی لینڈ پہنچ گئے۔

تقریباً دس بجے ہمارا طیارہ محو پرواز تھا۔ ہم لوگ عقبی کیبن میں تھے۔ عقبی کیبن میں دنیا کا ہر آرام و آسائش موجود تھا۔ گدے دار صوفے اور شراب کی خوش ذائقہ بوتلیں کیبن کے ایک کونے میں خوبصورت سا بار بھی بنایا گیا تھا۔

طیارہ اٹلانٹک پر پرواز کر رہا تھا اور اس وقت موسم بہت خوش گوار تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا اور ایک کونے سے دوسرے کونے تک بادل کا ایک ننھا سا ٹکڑا تک نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہم بلا دقت اپنی پرواز جاری رکھ سکیں گے۔

پرواز کے دوران میں ہلڈا طیارے کے پائلٹ سے تعارف کرانے کے لیے مجھے کاک پٹ میں لے گئی۔ پائلٹ کا نام ڈرک ایران اور اس کے معاون کا نام ڈگلس رابرٹ تھا۔ ایران بھاری تن و توش کا آدمی تھا اور اس کے بھرے بھرے چہرے پر بے حد بارعب مونچھیں تھیں۔ رابرٹ کا چہرہ مونچھوں سے بے نیاز تھا اور وہ بڑی حد تک نوعمر بلکہ لونڈا لگ رہا تھا۔

پائلٹ نے بتایا۔ "ہم اس وقت بہت ہی عمدہ پرواز کر رہے ہیں اور اورلی ایئر پورٹ تک ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ ہم اورلی پر پیٹرول لینے کے لیے رکیں گے۔"

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔" ہلڈا نے کہا اور ہم دونوں دوبارہ عقبی کیبن میں چلے گئے۔

آئندہ چند گھنٹے ہم نے خوش فعلیوں میں گزارے۔ شاید اس وقت میں اس ناخوشگوار ردعمل سے نہ گزرتی مگر طیارے کے چھوٹے اسکرین پر ہلڈا نے عریاں فلمیں دکھا دکھا کر میرے جذبات برانگیختہ کر دیے تھے۔

ہم اس وقت فرانس کے ساحل سے اندازاً پچاس میل دور تھے کہ جیٹ طیارے کا اگلا حصہ بغیر کسی وارننگ کے آگے جھک گیا اور طیارہ سمندر کی جانب جانے لگا۔ ہمارے کیبن میں موجود ہر چیز الٹ پلٹ گئی۔ ہم خود بھی بیلن کی مانند فرش پر لڑھکنے لگے اور وہاں رکھی ہوئی چیزیں ہمارے جسموں پر گرنے لگیں۔ میں نے اپنی آنتیں منہ کی طرف آتے محسوس کی تھیں۔ ہلڈا زور زور سے چیخیں مار رہی تھی اور میرے اوسان خطا ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے کئی بار فرش سے اٹھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ یکبارگی جھٹکا لگا اور میں از خود لڑھکتی ہوئی کاک پٹ کے دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

میں نے دروازے کو دھکا دے کر کھولنا چاہا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ میں نے اپنی انڈر ویئر میں سے آٹومیٹک ریوالور نکال کر دروازے کے تالے پر فائر کیا۔ خود کار دروازہ ایک جھٹکے سے کھل

گیا اور کاک پٹ دکھائی دینے لگا۔

جہاز کا پائلٹ ڈرک ابران اپنی سیٹ پر براجمان تھا مگر اس کا معاون فرش پر آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکا تھا یا پھر اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

جیٹ طیارہ اب بھی اپنی طوفانی رفتار سے سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ ہلڈا ہسٹریائی انداز میں شور مچا رہی تھی اور میرے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ فضا میں ہونے والے اس عجیب و غریب حادثے نے میرے اعصاب پر بھی بہت اثر مرتب کیا تھا۔

تاہم میں کسی نہ کسی طرح سے دروازے کو پکڑ کر کھڑی ہوئی جب میں ایک ایک قدم مضبوطی سے جماتی ہوئی پائلٹ ڈرک ابران کے قریب پہنچی تو اس نے ایک لمحے کے لیے سر گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر کنٹرول پینل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

مگر اس ایک لمحے میں میں نے اس کی آنکھوں میں دیوانگی کے سائے لہراتے محسوس کیے تھے۔ اس کو ہپناٹائز کر دیا گیا تھا یا پھر وہ کسی مہلک دوا کے زیر اثر تھا۔ اس وقت اس کا انداز ایجنٹ زیڈ ون سے بڑی حد تک مماثل تھا۔

میں نے کسی نہ کسی طرح سے اس کی ایک بغل میں ہاتھ ڈالا اور اسے کھینچنے کی کوشش کی مگر اس نے کنٹرولنگ وھیل کچھ آہنی مضبوطی سے تھام رکھا تھا کہ اسے جنبش تک نہ ہو سکی۔ ناچار میں نے اسے پوری طرح سے دبوچ لیا اور جسم کی ساری قوت لگا کر ایک طرف پھینکا۔ وہ لڑھکتا ہوا عقبی کیبن کی طرف چلا گیا۔

طیارہ گرجتا ہوا اب بھی سمندر کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے پائلٹ کی سیٹ سنبھالی اور ہینڈل کو نیچے کی طرف کھینچا۔ طیارہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کانپا اور پھر اس کا اگلا حصہ بتدریج اوپر اٹھتا چلا گیا۔ میں نے بلندی بتانے والی سوئی کی طرف دیکھا اور کانپ کر رہ گئی۔ طیارہ بحر اٹلانٹک سے صرف چند فٹ اوپر رہ گیا تھا۔ اگر اس سلسلے میں سیکنڈ کے ہزارویں حصے کی بھی دیر ہو جاتی تو ہم سمندر کی تہ میں بکھرے پڑے ہوتے۔

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور کنٹرول پینل کے آلات چیک کرنے لگی۔ طیارہ اب خطرے سے باہر تھا اور سمندر پر بالکل ہموار اور متوازی پرواز کر رہا تھا۔ دفعتاً عقبی کیبن سے ہلڈا نے ایک دلدوز چیخ ماری اور میں سر تا پا کانپ اٹھی۔

میں نے پھرتی سے سر گھما کر دیکھا۔ ڈرک ابران ایک وزنی رینچ لیے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اگر میں نے اسی وقت پھرتی سے مڑ کر نہ دیکھ لیا ہوتا تو شاید میری کھوپڑی کے پرخچے اڑ جاتے۔ اس نے نہایت وحشیانہ انداز میں ہاتھ چلایا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے سر نیچے کر لیا اور رینچ اوپر سے گزر گیا۔ اسٹیرنگ پر میرے ہاتھ ڈگمگائے اور طیارے میں بھونچال سا آ گیا۔

میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنی پتلون کی زپ کھول کر انڈرویئر سے دوبارہ ریوالور نکالا اور اس سے پہلے کہ ڈرک ابران مجھ پر حملہ کرتا میں نے اس کے دائیں شانے پر فائر کیا۔ وہ اچھل کر دو قدم پیچھے گرا۔ رینچ اس کی انگلیوں سے پھسل کر دوسری طرف جا پڑا تھا۔

میں نے طیارے کا کنٹرول سنبھال کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ کاک پٹ کے دروازے کا سہارا لے کر فرش سے اٹھ رہا تھا لیکن اس بار اسے کھڑے ہونے میں بہت دقت پیش آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے اور اعصاب قابو میں نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اس بار اس کے عقب میں ہلڈا کا سایہ بھی دکھائی دیا۔ میں اپنے ہاتھ میں ریوالور لیے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ کنٹرول کر رہی تھی مگر... اور اس وقت تک ڈرک ابران پر دوبارہ فائر نہیں کرنا چاہتی تھی جب تک کہ وہ مجھے یا ہلڈا کو کوئی نقصان نہ پہنچاتا۔

شاید اس کی قوت مدافعت جواب دے گئی تھی اس لیے وہ رینگتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر چند لمحوں بعد کاک پٹ سے نکل گیا اور نکاسی والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ ہلڈا دم بخود آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔

ڈرک ابران نے زور لگا کر دروازہ کھولا تو ہوا کا ایک زبردست تھپیڑا اندر آیا اور طیارہ پھر ڈانواں ڈول ہو گیا۔ میں نے بروقت تمام اسے قلابازی کھانے سے روکا۔ پھر میں نے طیارے کا دایاں بازو اس انداز میں نیچے کیا کہ دروازہ دھچکا لگنے سے خود بخود بند ہو جائے۔

طیارے کو اس بازو کی طرف جھکاتے ہی دروازہ جھٹکے سے بند ہوا اور ڈرک ابران خلا میں قلابازیاں کھاتا دکھائی دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سطح آب پر چھپاکا ہوا اور وہ نیچے ہی نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

ہلڈا دوڑ کر میرے پاس آئی اور پشت سے لپٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ چونکہ میرے دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پر جمے ہوئے تھے چنانچہ میں نے اس کے رخساروں سے اپنے رخسار رگڑ کر اسے تسلی دی۔ اس کی سانسیں اعتدال پر آ گئیں تو اس نے معاون پائلٹ کو کھینچ کر عقبی کیبن میں ڈال دیا۔ پھر اسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے لگی۔

رابرٹ کافی دیر کے بعد ہوش میں آیا۔ مگر فوری طور پر کھڑا ہونے کے بجائے فرش پر بیٹھ کر سر کو جھٹکے دینے لگا۔ جیسے اس کے دماغ پر کسی مکڑی نے جالا بُن دیا ہو اور وہ اس سے نجات پانے کی کوشش کر رہا ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں مچمچا کر ہلڈا کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا ہوا تھا؟ مجھے کیا ہوا تھا؟"

اس کے اس استفسار پر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اب تک کسی خواب آور دوا کے زیر اثر تھا۔ ہلڈا نے اسے مختصراً سارا واقعہ بتایا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ابران نے اسے ایک کافی کا کپ پینے کو دیا تھا جس سے اس کی یہ حالت ہو گئی تھی اس

نے پائلٹ ایران کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے تو ہلڈا نے نہایت چالاکی سے اس کا جواب گول کر دیا۔

اورلی ایئر پورٹ قریب آگیا تھا میں نے کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کر کے لینڈنگ کی اجازت مانگی۔ مجھے تھوڑی دیر بعد ایک مناسب جگہ لینڈ کرنے کو کہا گیا۔ طیارے نے جب اورلی ایئر پورٹ کے رن وے کو چھوا تو میری جان میں جان آئی۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس جان لیوا حادثے سے بچ گئی ہوں۔

ڈرائیونگ سے فرصت ملی تو ہلڈا نے مجھ سے پوچھا "یہ سب کیا تھا؟ پائلٹ کو کیا ہوا تھا؟"

میں نے جواب دیا "غالباً طیارے میں کوئی فنی خرابی پیدا ہونے کی بنا پر طیارہ نیچے جھک گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انتہائی خوف کی حالت میں ڈرک ایران کا ذہنی توازن بھی جاتا رہا۔ اسی لیے جب میں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے اٹھانا چاہا تو وہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔"

"اچھا"، ہلڈا نے تھکے تھکے انداز میں کہا "یہ حادثہ ناقابل یقین ہے۔"

اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے میری کہانی پر اعتبار نہیں ہے مگر اس کے باوجود وہ مزید کچھ نہ بولی۔

ایئر پورٹ کے لاؤنج میں پہنچ کر میں نے ایک سیکیورٹی پولیس آفیسر سے درخواست کی کہ وہ مقامی ایجنٹ ڈوملر کو بلا دے اور انٹرپول چیف کو بھی طلب کر لے۔

جب یہ دونوں اشخاص آ گئے تو میں نے بلا کم و کاست سارا واقعہ انہیں سنایا اور درخواست کی کہ میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہتی ہوں تاکہ اپنے پروگرام کے مطابق مونٹی کارلو پہنچ سکوں۔

"یہ ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے" انٹرپول کے مقامی چیف نے کہا "ہم تمہارے لیے ابھی ایک قابلِ اعتماد اور ماہر پائلٹ کا بندوبست کیے دیتے ہیں، جو تمہیں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر منزلِ مقصود پر پہنچا دے گا۔"

ایک گھنٹے سے بھی کم وقفے میں ہم نیس پہنچ گئے۔ وہاں سے مونٹی کارلو زیادہ دور نہیں تھا۔ معاون پائلٹ رابرٹ کو دوبارہ نیویارک بھیج دیا گیا تھا۔ ہلڈا نے اسے یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ بدستور اس کا ملازم رہے گا اور اس سے تنخواہ پاتا رہے گا۔ لیکن اسے چاہیے کہ وہ پولیس میں جا کر اپنا تفصیلی بیان قلمبند کرائے۔

سہ پہر کے وقت ہم نیس پہنچے۔ پھر وہاں سے ہوٹل ڈی پیرس تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ وہ قمار خانہ ہوٹل کے نزدیک ہی تھا۔

مونٹی کارلو کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ وہ ساری دنیا میں اپنے جوئے خانوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ کروڑپتی حضرات لمحوں میں قلاش ہو جاتے ہیں اور قلاش، کروڑپتی! اپنی اسی دلکشی کی بنا پر مونٹی کارلو سیاحوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ اور اس کے ہوٹلوں میں تل دھرنے کی جگہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ لیکن ہلڈا کی شخصیت وہاں کے باشندوں کے لیے اتنی سحر آفریں تھی کہ ہوٹل والوں نے جگہ پیدا کی اور ہمارے لیے دو سوٹ بک کر دیے۔

ویسے تو دونوں سوٹ ایک دوسرے سے علیحدہ تھے مگر ایک مشترکہ دروازے نے انہیں ایک دوسرے سے منسلک کر رکھا تھا۔ میں مشرقی کھڑکی سے سمندر کا نظارہ کر رہی تھی کہ مجھے ہلڈا کے کمرے سے بے معنی کھٹ پٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ مجھے یقین تھا کہ میری طرح وہ بھی برابر والی کھڑکی سے لگی ہوئی سمندر کا نظارہ کر رہی ہوگی۔

اس وقت شدت سے پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے فون کر کے شراب منگانا ہی چاہی تھی کہ درمیانی اور مشترکہ دروازے پر لطیف سی دستک ہوئی۔ میں نے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دوسری طرف ہلڈا کو کھڑے پایا۔ اس کے ہاتھ میں شیری کے دو گلاس تھے۔ اس نے مسکرا کر ایک گلاس میری طرف بڑھایا اور آنکھ دبا کر ایک فحش سا اشارہ کیا۔ میں اس کا مقصد سمجھ کر محجوب سی ہو گئی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے کمرے میں کھینچ لیا۔

اس کے سیاہ و سپید پیراہن سے اس کا جسم جھلک رہا تھا۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا مگر افق پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنہری کرنوں کا جال بکھرا ہوا تھا۔ یہ سنہری کرنیں ہلڈا کے لب و رخسار پر بھی منعکس ہو رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر یونہی کھڑی میرے آتشِ شوق کو ہوا دیتی رہی۔

پھر اس نے شیری کا گلاس ایک قریبی تپائی پر رکھا اور سپنے آرام دہ بستر پر گر گئی۔

شباب کا افسوں سر چڑھ کر اپنا جادو جگانے لگا۔ گداز نے گداز کو پا لیا۔ کہانی آگے بڑھنے لگی۔ برقی کی لہروں میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ جسم بل کھانے لگے، خواہشات کا عفریت جھاگ اڑانے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دو پُرشور ندیاں بہ نکلی ہوں۔ اس کی آوارگیاں میری دیوانگی سے شکست کھا رہی تھیں۔ ہم آسودگیوں کے در و بام پر دستک دے رہے تھے۔

کمرے پر سکوت طاری تھا اور اس سکوت میں ہمیں اپنی سانسوں کی بازگشت واضح سنائی دے رہی تھی۔

اس نے مجھ سے کہا "اب تو تم سمجھ چکی ہو گی؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

بستر میں میرے برابر لیٹی ہوئی عورت ہلڈا نہیں تھی۔ میں اس کے جسم سے مکمل آشنا تھی وہ عورت ملیا بھی نہیں تھی۔

"تم ربلسا ہو؟"، میں نے خواب آلود لہجے میں کہا۔

"ہاں!" اس نے اعتراف کیا "تم نے آج صبح جب فون کیا تو میں

نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی سوچی۔ میں نے تمہیں ہلڈا
بن کر جواب دیا حالانکہ وہ بیچاری اس وقت خوابِ خرگوش کے
مزے لوٹ رہی تھی۔ ویسے بھی تم میری دونوں بہنوں سے فیضیاب
ہو چکی تھیں چنانچہ میں نے تمہیں اپنے لیے چن لیا... میرا انتخاب غلط
نہیں تھا۔ تم نے مجھے ایک نئی لذت سے روشناس کرایا ہے۔"

اس نے تمام باتیں نہایت معصومیت سے گوش گزار کر دیں۔

مگر میں الجھن میں مبتلا ہو گئی۔ اس وقت اس الجھن سے عہدہ برآ ہونے
کا کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا۔ سچویشن کچھ ایسی تھی کہ میں بے دست و پا ہو
کر رہ گئی تھی۔ ناچار مجھے ایلسا کو قبول کرنا ہی تھا۔ میں نے خوش دلی کا
دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اس کے کولہے تھپ تھپاتے ہوئے کہا
کہ وہ غسل کرے۔ میں اس کے ساتھ رہوں گی، اس کو تردد کرنے
کی ضرورت نہیں۔

اپنے ہوٹل میں ڈنر کرنے کے بعد ہم اس قمار خانے تک پہنچے
تو وہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تمام افراد ایک رولٹ مشین کے
گرد دائرے میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان تمام افراد کے چہروں پر اضطراب
اور آنکھوں میں بے چینی کی کیفیت تھی۔

اس دائرے کے اندر تین اشخاص تھے۔ رولٹ کھلانے والا،
قمار خانے کا ڈائریکٹر جس نے نارنجی شیشوں کی عینک لگا رکھی تھی اور
بلجیئم کا ٹریگوار جو مسلسل جیت کر قمار خانے اور اس کے بینک کا دیوالیہ
کر رہا تھا۔

ایلسا اور ہم کسی نہ کسی طرح سے راستہ بناتے ہوئے آگے تک
پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب وہ تینوں افراد ہم سے بالکل قریب تھے۔
دفعتہً رولٹ مشین ایک ہلکی سی کھٹک کے ساتھ رک گئی۔ وہاں
کھڑے ہوئے افراد دم بخود رہ گئے اور ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ
گئیں۔ رولٹ کھلانے والے نے بہت سی لال، پیلی اور نیلی گوٹیاں ٹریگوار
کی طرف بڑھا دیں۔

"اف خدایا،" میرے قریب کھڑی ہوئی عورت نے سکتے
کی سی کیفیت میں کہا۔ "یہ آدھ کروڑ ڈالر جیت چکا ہے، سمجھ میں نہیں
آتا، اب یہ کیا کرے گا۔"

اس کو سمجھنے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اس لیے ٹریگوار
ایک بار پھر کھیلنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ ٹریگوار بھاری تن و توش کا
آدمی تھا اور اس کا پیٹ کسی بدو کے خیمے کی مانند آگے نکلا ہوا تھا
وہ رولٹ کھیلنے کے ساتھ ساتھ اپنی کہنی کے پاس رکھی ہوئی بوتل
میں سے شراب انڈیل کر بھی پی رہا تھا۔

اس کے قریب قمار خانے کا ڈائریکٹر بیٹھا تھا۔ ہر چند کہ ٹریگوار
مسلسل جیت رہا تھا مگر اس کے باوجود ڈائریکٹر کے چہرے پر فکر و تردد
کی پرچھائیاں تک نہیں تھیں۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ قمار خانے
میں موجود ہر شخص کی نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی۔ وہ سب اس کے آئندہ
اقدام کے منتظر تھے۔

ڈائریکٹر نے کہنیوں کو میز پر ٹکا کر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں
تھام لیا جیسے فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہو اور سوچنے کے
لیے کچھ وقت چاہتا ہو۔

کمرے میں موجود تمام افراد میں سے شاید صرف میں نے اس
بات کو محسوس کیا تھا کہ ٹریگوار کی کیفیت بھی اس سے مماثل ہے۔ وہ
بھی اپنا سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے ان
کے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی رابطہ قائم ہے وہ دونوں دماغی اور ذہنی
گفتگو کر رہے ہیں۔

صرف چند لمحوں بعد دونوں نے ایک ساتھ سر اٹھایا اور پھر
ٹریگوار نے اپنے سامنے رکھی ہوئی تمام گوٹیاں سرخ خانے پر رکھ دیں۔

ایلسا نے اضطراب میں میرا بازو دبوچ لیا۔ اس نے پُرتشویش
لہجے میں کہا، "اس نے تو ساری رقم پھر داؤ پر لگا دی۔ اف میرے خدا
یہ تو ایک کروڑ ڈالر کے لگ بھگ ہیں۔"

رولٹ کھلانے والے نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا جس کا
مطلب یہ تھا کہ کھیل شروع ہونے والا ہے کسی اور کو داؤ لگانا ہے تو
آگے بڑھے۔ مگر ٹریگوار کے آگے کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ ملازم نے بٹن
دبا کر رولٹ مشین روک دی۔ مشین سے پہیے کا تعلق ختم ہو گیا مگر اس
کے باوجود وہ گھومتا رہا۔

لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے اور متعدد افراد کے ماتھے
پر پسینہ بھی نمودار ہو گیا تھا۔ ایک کروڑ کی رقم دوگنی ہونے والی تھی یا پھر
ٹریگوار کنگال ہونے والا تھا۔ سب کے دل یقیناً بری طرح دھڑک
رہے ہوں گے اور ان سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہوگی "سرخ...
سرخ... سرخ!"

اچانک ایک ہلکی سی کلک کے ساتھ رولٹ کا پہیہ رک گیا۔ سب کے دل جیسے دھڑکنا بھول گئے۔ ٹریگوار یہ بازی بھی جیت گیا تھا۔ ملازم نے وہاں پر موجود تمام سکے ٹریگوار کی طرف بڑھا دیے۔ ٹریگوار اس وقت دو کروڑ ڈالر کا بلا شرکتِ غیر مالک تھا۔

شاید وہ مزید کھیلتا مگر ڈائرکٹر نے کھیل بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ غالباً قمار خانے کے بینک میں ایک بار پھر رقم ختم ہو چکی تھی۔ اس نے اعلان کیا کہ اب رات ہی کو کھیل دوبارہ شروع ہو سکے گا۔

ٹریگوار نے متعدد ملازموں کے ساتھ مل کر وہ سرخ، نیلی اور پیلی گوٹیں جمع کیں اور رقم لینے کے لئے کیشیئر کی طرف بڑھا۔ اس وقت میں نے تقریباً بارہ سیکرٹ ایجنٹس کو اس کے پیچھے چلتے دیکھا۔ میں ان سب کو پہچانتی تھی۔ وہ مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ میں بخوبی جانتی تھی کہ ٹریگوار ان سے کسی صورت بھی پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ دنیا کے ان بارہ سیکرٹ ایجنٹوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا آسان نہیں تھا۔

ویسے بھی مونٹی کارلو سے نکلنے کے لئے صرف تین راستے تھے، اور ان راستوں پر بخوبی نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ ساحل پر موجود تمام لانچیں اور موٹر بوٹس لمبے سفر کے لئے موزوں نہیں تھے اور ان کو قرب و جوار میں تفریح کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ جہاں تک ہوائی سفر کا تعلق تھا تو مونٹی کارلو میں کوئی ہوائی اڈہ نہیں تھا، جہاں سے کوئی طیارہ اڑایا جا سکتا۔

اس کے پیچھے جانے والے سیکرٹ ایجنٹوں کو یہ دیکھنا تھا کہ وہ جیتی ہوئی رقم کا کیا کرے گا؟ بارہ سیکرٹ ایجنٹوں کو اس کے پیچھے جاتے دیکھ کر میں نے اس کا پیچھا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ان تمام رپورٹس کو امریکی سیکرٹ سروس کے چیف، ہاک کے پاس ہی آنا تھا۔

ویسے بھی میں ٹریگوار کی بہ نسبت اس رولٹ مشین، ملازم اور ڈائرکٹر میں زیادہ دلچسپی لے رہی تھی۔ کھیل ختم ہو جانے کے بعد وہ اس مشین کو قمار خانے کے تہ خانے میں رکھنے جا رہے تھے، جہاں دوسرے جوئے کی مختلف مشینیں رکھی تھیں۔

مشین گلاب کی لکڑی سے تیار کی گئی تھی اور اس کے اوپر گھومنے والا پہیہ ایک سوئی پر ٹکا ہوا تھا۔ وہ سوئی گھڑیوں کی مانند ہیرے پر گھومتی تھی۔ لیکن اس پہیے کے نچلے حصے میں کچھ اٹکا کر اس کی حرکت کو کنٹرول کیا جا سکتا تھا اور اس کو اپنی حسبِ مرضی رنگ کی لکیر پر روکا بھی جا سکتا تھا۔ میں اس چیز کو چیک کرنا چاہتی تھی۔

ڈائرکٹر اور ملازم اس مشین کو اٹھائے قریبی دروازے کی طرف بڑھے تو میں ان کے تعاقب میں تھی۔ انداز ایسا تھا جیسے میں سرسری ٹہلتی ہوئی اس طرف آنکلی ہوں۔ ایلسا لاشعوری طور پر میرے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ اس نے ابھی تک یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ میں کہاں چلی جا رہی ہوں یا پھر میرا ارادہ کیا ہے۔

میں نے اس کی طرف مڑ کر کہا کہ وہ ہوٹل واپس جا کر میرا انتظار کرے۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ان سیڑھیوں پر بڑھنے لگی جو تہ خانے میں چلی گئی تھیں۔ ابھی میں نے آدھی سیڑھیاں ہی طے کی تھیں کہ وہ دروازہ پُرشور آواز کے ساتھ بند ہو گیا، جس سے میں وہاں داخل ہوئی تھی۔ سیڑھیوں پر تاریکی چھا گئی اور میرا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا۔ چٹ کی آواز کے ساتھ تہ خانے میں تیز سرچ لائٹ روشن ہوئی اور میرا وجود روشنی میں نہا گیا۔ روشنی اس قدر تیز تھی کہ میری آنکھیں چکا چوند ہو گئی تھیں اور آنکھیں پھاڑنے کے باوجود کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

میں ابھی اس گنجلک سچوئشن سے نکلنے کی ترکیبیں سوچ رہی تھی کہ دروازے پر ایک چیخ سنائی دی۔ میں چونک کر اس طرف مڑی تو مجھے ایلسا کی جھلک دکھائی دی۔ وہ ہوٹل کی طرف جانے کے بجائے شاید ان زینوں کی طرف آنکلی تھی اور موقع پر ہی پکڑ لی گئی تھی۔ ایک شخص نے اس کا بازو موڑ کر پشت سے لگا رکھا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور اس کی نال میرے دل کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

میری پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

میں نے اپنے حواس مجتمع کیے اور تہ خانے کی طرف جانے کی کوشش کی۔ ٹھیک اس وقت قدموں کی چاپ سنائی دی اور ڈائرکٹر اسی ملازم کے ساتھ روشنی کی دیوار کے پیچھے سے نکلتا دکھائی دیا۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن! میں نہ آگے جا سکتی تھی اور نہ پیچھے۔ ڈائرکٹر کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور اس کی شہادت کی انگلی سختی سے ٹریگر پر جمی ہوئی تھی جبکہ ملازم کے ہاتھ میں ایک فولادی پائپ تھا۔ اس کی خونخوار آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اسے استعمال کرنے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔ ڈائرکٹر نے قریب آ کر اپنا چشمہ اتارا تو میں نے اس کی آنکھوں میں غنودگی محسوس کی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے ہپناٹائز کر دیا گیا ہو یا اسے ایسی دوا کھلائی گئی ہو جس سے ذہن پر اثر ہوتا ہے۔

"اس کا جھگڑا چکا دو۔۔۔" اس نے میری طرف اشارہ کر کے بھرائی ہوئی آواز میں حکم دیا۔

ملازم نے فولادی پائپ اٹھایا اور میری نازک سی کھوپڑی پر چوٹ لگا دی۔ میرے سر پر کوئی لوٹے کا توا تو بندھا نہیں کہ اس کے فولادی ڈنڈے کا اثر نہ ہوتا۔ میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے اور ذہن تاریک تاریکی میں جا سویا۔

دوبارہ ہوش آیا تو عجیب سی کیفیت تھی۔ آنکھوں کے آگے دھند کی ایک چادر سی تنی ہوئی تھی اور سر کئی من وزنی محسوس ہو رہا تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کی بھی یہی حالت تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ میں نے شراب کی سو بوتلیں معدے میں اتار لی ہیں۔

آہستہ آہستہ شعور بیدار ہوا تو میں نے تجزیہ کیا کہ میں کہاں پڑی ہوں اور ایسی خواب آور کیفیت سے کیوں دوچار ہوں۔ کچھ دیر بعد یاد آیا کہ میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ دماغ ماؤف ہونے اور ہاتھ پیر بھاری

ہونے کا مطلب یہ تھا کہ بے ہوشی کے دوران میں مجھے اعصاب مفلوج کرنے والی دوائیں استعمال کرائی گئی ہیں۔

میرے ہاتھ پاؤں بالکل صحیح سلامت تھے اور ان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا تھا ماسوا اس کے کہ میں ان کو حرکت نہیں دے سکتی تھی۔ کار کے چاروں طرف آدمی کھڑے تھے مرسیڈیز کار کا انجن جاگ رہا تھا مگر ابھی وہ اپنی جگہ سے ہلی نہیں تھی مجھے اور ایلسا کو انہوں نے گلی سیٹ پر بٹھایا تھا اور میں اسٹرنگ کے سامنے تھی۔

تھوڑی دیر بعد میں ان میں سے ایک شخص کو اپنے قدموں کے قریب کچھ کرتے محسوس کیا۔ چونکہ میں گردن کو جنبش نہیں دے سکتی تھی، چنانچہ مجھے یہ نہیں پتا لگ سکا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اس آدمی نے دس منٹ بعد وہاں سے کھڑے ہو کر کہا۔

”آل رائٹ۔ ۔ ۔اب یہ اپنے سفر پر روانہ ہونے کے لئے تیار ہے۔“

میرا غنودہ دماغ یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ اس جملے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ دواؤں کے سبب میرا دماغ ماؤف تھا اور کانوں میں سیٹیاں بج رہی تھیں، آنکھوں میں دھند بسی ہوئی تھی۔ اچانک ایک آدمی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور گاڑی کو گیئر میں ڈال دیا، گاڑی، کمان سے نکلے ہوئے تیر کی مانند وہاں سے نکلی اور پختہ سڑک پر دوڑنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد مجھے احساس ہوا کہ میں اور ایلسا اگلی سیٹ پر کچھ اس انداز سے بیٹھے ہیں کہ گاڑی کا ایکسلیریٹر دب رہا ہے مرسیڈیز سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مونٹی کارلو کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ عمارتیں، دکانیں، قمار خانے اور جلتی بجھتی روشنیاں زائیں زائیں کرتی ہوئی نگاہ کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔

کسی بھی لمحے مرسیڈیز فلک بوس عمارتوں یا سڑک کے بیچ میں تعمیر شدہ یادگاروں سے ٹکرا کر چکنا چور ہو سکتی تھی ایسے کسی حادثے کے بعد ہمارے جسموں کے پرخچے اڑ جاتے۔ ہماری لاش کے معائنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا کہ ہم نے نشہ آور دوائیں کثرت سے استعمال کی ہیں اور اسی عالم میں کار ڈرائیو کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جس کے نتیجے میں موت کو دعوت دے بیٹھے ہیں۔ کسی کے سان و گمان میں بھی نہ آتا کہ ہم کو قتل کیا گیا ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ کار سڑک کے درمیان میں چل رہی تھی۔ مگر میں جانتی تھی کہ آگے چل کر پہاڑوں اور کھائیوں سے واسطہ پڑے گا خطرناک موڑ آئیں گے اور کہیں نہ کہیں ہمارا قیمہ بن جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد کار دائیں جانب ہو گئی، اب ساری سڑک چھٹی ہوئی تھی اور کار سڑک کے دائیں کنارے پر رواں تھی۔ اگر وہ چند انچ مزید ہٹ جاتی تو ہم سڑک سے نیچے جا پڑتے۔

میں نے اپنی تمام جسمانی قوت صرف کر کے دونوں ہاتھ اٹھائے یوں محسوس ہوتا تھا میں کئی ہزار پونڈ اٹھا کر ہیوی ویٹ چیمپئن شپ کا کوئی نیا ریکارڈ قائم کرنا چاہتی ہوں۔ دونوں ہاتھ خفیف سا اٹھے اور پھر گر گئے میں نے دوبارہ کوشش کی، اس بار زیادہ کامیابی ہوئی مگر اس کامیابی کو حاصل کرنے میں مجھے دانتوں پسینہ آ گیا محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً۔

تیسری بار میں اپنے ہاتھ اسٹرنگ پر دھرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک موڑ دکھائی دیا۔ اگر میں گاڑی کو ایس کی شکل میں نہ موڑتی تو ہماری گاڑی وائی زیڈ کی شکل میں ضرور تڑ مڑ جاتی میں نے اسٹرنگ کو انگلیوں میں پھنسایا اور اسے ہلکا سا گھمایا گاڑی یکلخت گھوم گئی اور ہم ایک عظیم حادثے سے دوچار ہوتے ہوتے بچے۔ اسٹرنگ اب انگلیوں کی گرفت میں تھا مگر یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ میں کچھ تھامے ہوئے ہوں۔

اگلا موڑ آیا تو لاشعوری طور پر اسٹرنگ اسی جانب مڑ گیا۔ گاڑی وہاں سے بھی بہ خیر و خوبی نکل آئی۔ اب ہم ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ میں جانتی تھی کہ ابھی مصیبت ختم نہیں ہوئی ہے کیونکہ آگے جا کر ایک سطح مرتفع آتا تھا اور اس کے فوراً بعد سڑک نشیب میں چلی جاتی تھی۔ اگر وہاں پہنچ کر اسٹرنگ میرے کنٹرول میں نہیں رہتا تو ہمارے زندہ بچنے کے امکانات بہت کم تھے۔

وہ طویل سفر اس وقت موت کا سفر بن گیا۔ قدم قدم پر فرشتۂ اجل منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ اس سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ کسی طرح سے گاڑی کا فیول ختم ہو جائے۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔

میں بے حس و حرکت ایک ایسی کار میں بیٹھی تھی جو طوفانی رفتار سے سڑک پر گامزن تھی۔ میرے ہاتھ پیر شل تھے اور آنکھیں پھٹی ہوئی۔ آس پاس سے چیزیں زناٹے کے ساتھ گزر رہی تھیں اور میں بے کسی سے محوِ تماشا تھی!

مونٹی کارلو ختم ہوا تو موناکو آ گیا۔ پھر مرسیڈیز نیس پہنچ گئی اور اب ہم نیس کے عقبی حصے میں تھے۔ جو سمندر کی جانب جاتا تھا۔ وہ سڑک چونکہ لبِ ساحل تھی، چنانچہ سمندر سے پانی اڑ اڑ کر سڑک پر آ رہا تھا۔ سڑک پھسلواں اور خطرناک تھی۔ گاڑی سیدھی چلتے چلتے دائیں بائیں مڑ بھی جاتی تھی مگر صرف چند لمحوں کے لئے اس کے بعد میرے ہاتھوں کی خفیف سی حرکت اسٹرنگ کو اسی طرف موڑ دیتی۔ گویا یہ سب اتفاقاً ہو رہا تھا، اگر ایک بار بھی گاڑی میرے قابو سے باہر ہو جاتی تو فرشتۂ اجل ہمیں اپنا لقمہ بنا لیتا۔

آہستہ آہستہ گاڑی کی رفتار دھیمی ہوتی چلی گئی۔ اینٹبس اور کینس کے درمیان کسی علاقے میں اس کی رفتار میں اتنی کمی واقع ہوئی کہ وہ بالکل گھسٹنے لگی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے جسم کی قوت جمع کر کے اسٹرنگ کو دائیں بائیں گھمایا۔ گاڑی یکایک کھانس کر ایک جگہ پر ٹھہر گئی۔ اس کا انجن خاموش ہو گیا اور میں نے اطمینان کی سانس لی۔ ایلسا بدستور مدہوش و

حواس سے بے گانہ میرے برابر ڈھلکی پڑی تھی اس کے جسم میں ایک بار بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

سکون و عافیت کا احساس ہوتے ہی قوتِ مدافعت دم توڑ گئی میری آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں اور گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔ میں اب گہری نیند سو رہی تھی۔

آنکھ کھلنے پر میں نے سورج کی تیز شعاعیں اپنے چہرے میں پیوست ہوتی محسوس کیں۔ مرسیڈیز ساکت تھی میں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر منہ چلایا اور گرد و پیش پر نگاہ دوڑائی ایلسا میرے برابر بیٹھی ہوئی میک اپ کر رہی تھی۔ اس طویل نیند سے جاگنے کے بعد اسے سب سے پہلے اپنی آرائش کا خیال آیا تھا کمپیکٹ میک اپ کی ڈبیہ اس کے ہاتھ میں دبی تھی اور ننھے سے آئینے میں وہ اپنے لب و رخسار کا جائزہ لے کر پف کر رہی تھی۔

ہماری گاڑی کے گرد آوارہ منش بچے جمع تھے اور حیران ہو کر مختلف آوازیں بھی نکال رہے تھے۔ ہائی وے پر گزرنے والے ٹرک، ٹیکسی ڈرائیوروں کو بھی ہماری گاڑی نے متوجہ کر رکھا تھا۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ ہلڈا نے متوجہ کر رکھا تھا۔ وہ سب گردن گھما گھما کر اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھے۔ بات بھی بڑے اچنبھے کی تھی ہم ہائی وے پر ایک ویران سی جگہ رکے تھے جہاں ٹھہرنے کا کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا تھا۔

ایلسا نے مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر پوچھا "کہو کیا حال ہے رات کیسی گزری ہے؟"

میں تذبذب کا شکار تھی کہ اسے رات کے واقعات کا علم ہے کہ نہیں۔ اگر علم بھی ہے تو کتنا؟ مجھ پر وہ آسیبی رات تو اس طرح سے گزری تھی کہ میں اسے اپنی زندگی سے خارج نہیں کر سکتی میں نے اس کی بات کا جواب گول کر دیا اور کار کا دروازہ کھول کر کہا "چلو چھوڑو ان باتوں کو آؤ یہاں سے چلیں۔" میں نے کار سے باہر نکلتے ہوئے کہا "ہم لوگوں کو مونٹی کارلو واپس پہنچنا ہے۔ اس کار کا فیول ختم ہو گیا ہے۔"

"مگر ہم وہاں واپس کیسے جا سکتے ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" میں نے جواب دیا۔

پھر میں اسے لے کر سڑک کے کنارے کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو ہاتھ دیتی رہی تو ایک ڈرائیور نے رحم کھا کر اپنی گاڑی روک دی۔ وہ ایک فرانسیسی تھا اور مونٹی کارلو ہی جا رہا تھا۔ اس نے عقبی سیٹ کا دروازہ کھول کر ہمیں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

چونکہ ہمارے لباسوں پر کوئی آلودگی نہیں تھی چنانچہ ہم کسی کی نگاہ میں آئے بغیر ہوٹل واپس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ میں نے ہلڈا کو اس کے کمرے پر چھوڑا اور آرام کرنے کی تاکید کی۔ میں نے جیسے ہی اپنے کمرے کا دروازہ کھولا ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف مقامی ایکس لا ایجنٹ تھا میں اس سے بخوبی واقف تھی۔ اس کا نام چیکال تھا۔ اس نے مجھے مقامی ہیڈ کوارٹر پر حاضر ہونے کو کہا۔ اس نے بتایا کہ سمندر پار سے کوئی مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

میں فوراً سمجھ گئی، وہ ہاک کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ میں فوراً ہی آ رہی ہوں۔ کپڑے تبدیل کرنے میں تھوڑی دیر لگی۔ مگر اس عمل کے بعد میں نے اپنے آپ کو چاق و چوبند محسوس کیا تھا۔

ٹیکسی کر کے میں مقامی ہیڈ کوارٹر پہنچی تو میں نے چیکال کو اپنا انتظار کرتے پایا۔ وہاں اور بھی سیکرٹ ایجنٹس موجود تھے، ان میں سے بہت سوں کو میں نے ٹرنگوار کا پیچھا کرتے دیکھا تھا اور وہ قمار خانے میں اس کے گرد منڈلا رہے تھے جب وہ جوا کھیلنے میں مصروف تھا۔

میں نے اسے اپنی مختصر روداد سنائی اور اس سے کہا کہ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر قمار خانے کے ڈائرکٹر اور اس کے ملازم کو گرفتار کر لے

چیکال نے اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے جواب دیا "یہ کام تو ناممکن ہے، کیونکہ وہ دونوں ٹرنگوار کے ساتھ ہی یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"فرار!" میں نے حیرت سے دہرایا "اتنے ایجنٹوں کی بھیڑ میں وہ یہاں سے غائب ہو گئے؟"

"ہمارے ایجنٹوں نے اسے ایک لمحے کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ وہ اپنے ہوٹل چلا گیا ہمارے سیکرٹ ایجنٹوں نے ہوٹل کو اس انداز میں گھیر رکھا تھا کہ اگر وہ چوہا بن کر بھی وہاں سے نکلتا تو دیکھ لیا جاتا۔ ہوٹل کے علاوہ بحری اور بری راستوں کی بھی نگرانی ہو رہی تھی مگر صبح ہونے پر اس کا کمرہ خالی پایا گیا اور وہ مونٹی کارلو سے اس طرح غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔"

"لیکن وہ تینوں مکھی بن کر تو غائب نہیں ہوئے ہوں گے؟ تمہیں کوئی اندازہ ہے کہ وہ لوگ یہاں سے کیسے غائب ہو گئے؟"

چیکال نے اثبات میں سر ہلایا "ٹرنگوار کے اپارٹمنٹ کی ایک بالکونی سمندر کے رخ پر ہے۔ صبح دم مونٹی کارلو میں ایک ہیلی کوپٹر پرواز کرتے دیکھا گیا، ہم نے پہلے کبھی اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ آج کل کسی کے پاس ہیلی کوپٹر ہونا معمولی سی بات ہے۔ بہرحال میرا قیاس ہے کہ اس ہیلی کوپٹر کے ذریعے ٹرنگوار کو اس کے ہوٹل کی بالکونی سے اٹھا لیا گیا ہے۔

پھر اسی ہیلی کوپٹر نے شہر کے دوسرے علاقوں سے قمار خانے کے ڈائرکٹر اور ملازم کو بھی اٹھا لیا۔ چونکہ وہ ہیلی کوپٹر شہر پر عموماً پرواز کرتا ہی رہتا تھا چنانچہ کسی نے اس کی آواز پر خاص توجہ نہیں دی۔ ہم ساحل پر لوگوں سے سوال و جواب کر رہے ہیں اگر کسی نے ہیلی کوپٹر کی آواز سنی تھی، اور یہ بھی دیکھا تھا کہ وہ کس سمت میں گیا تھا تو یہ مسئلہ بہ خیر و خوبی حل ہو سکتا ہے۔"

"ہیلی کوپٹر کا سراغ نہ مل سکا تو ہم پھر وہیں آجائیں گے جہاں سے ہم نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔ اس کیس کی سب سے زیادہ الجھن آمیز بات یہ ہے کہ ہمیں کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔" میں نے توقف سے کہا۔ "سمندر پار سے کوئی مجھ سے سیکرٹ فون پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"ہاں، نیویارک سے ہاک تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ میں نے آپریٹر سے کہہ دیا ہے کہ وہ کال ملا دے۔ مارلین یہاں پہنچ گئی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میں اپنے چیف سے گفتگو کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "اس کیس میں تمہاری تحقیقات کہاں تک بڑھیں؟"

"گاڑی جہاں تھی وہیں رکی ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا اور اسے اپنے اوپر گزرنے والے واقعات سے آگاہ کیا۔

"معاملہ بہت گمبھیر ہوگیا ہے۔" ہاک نے پرسوچ انداز میں خیال آرائی کی۔ اس نے کچھ توقف سے کہا۔ "ہم نے یہاں ایجنٹ زیڈون کے دماغ پر تجربات کیے تو دماغ کی تہہ میں سے انتہائی چھوٹی سی پلیٹ ملی یہ پلیٹ اس قدر چھوٹی ہے کہ مائکرو اسکوپ سے ہی دیکھی جاسکتی ہے۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوسکا ہے کہ یہ کیا ہے۔ ہمارے سائنسداں اسے دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ابھی تک یہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ دماغ کی تہہ میں کیسے پہنچ گئی۔ اس لئے کہ ایجنٹ زیڈون کے کاسہ سر پر کوئی نشان بھی نہیں ملا۔"

"بہرحال، اس کی کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور ہے۔" میں بولی۔

"ہوسکتا ہے۔" اس نے کہا۔ "اور جیسے ہی کوئی نئی بات معلوم ہوئی، میں تمہیں مطلع کردوں گا۔"

"شکریہ!" میں نے کہا۔ "فی الحال میں اس ہیلی کوپٹر کا کھوج نکالنے کے چکر میں ہوں جو ٹرنگوار کو لے بھاگا ہے اگر اس کا اور رقم کا سراغ لگ جاتے تو ہم اس گروہ کے سرغنہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنی کوششیں جاری رکھو۔" ہاک نے کہا اور سلسلہ منقطع کردیا۔

چیکال مجھے سیکرٹ فون کے پاس سے ہال میں لے آیا وہاں اٹلی فرانس اور جرمنی کے متعدد ایجنٹ ٹیلی پرنٹرس پر کام کر رہے تھے عقبی دیوار پر مونٹی کارلو اور اس کے گردونواح کا ایک بہت بڑا نقشہ لگا ہوا تھا۔ اس پر متعدد جگہ رنگین پنیں تھیں۔

چیکال نے کہا۔ "اس سلسلے میں تھوڑی سی پیش رفت ہوئی ہے۔ سینٹ رافیل اور فرنجس کے علاقے میں ہیلی کوپٹر کی آواز سنی گئی ہے۔ اس کے چاروں طرف جو علاقے ہیں وہاں سے کوئی خاص اطلاع نہیں مل سکی ہے اب ہم فرنجس کے ساحلی علاقے کو دیکھ رہے ہیں امید ہے کہ جلد ہی کوئی سراغ لگ جائے گا۔"

میں نے نقشے کو غور سے دیکھا فرنجس کے مغرب میں ٹیڑھا میڑھا اور کٹا پھٹا ساحل تھا اور اس سے کچھ آگے سمندر میں چھوٹے چھوٹے جزائر کا ایک سلسلہ تھا جن کو ہائرس کا نام دیا گیا تھا۔

میں نے چیکال کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا فوری طور پر ایک ہیلی کوپٹر اور ایک پائلٹ کا انتظام ہوسکتا ہے؟"

"ہاں!" اس نے سر ہلایا اور فون کے ڈائل پر انگلیاں گھمانے لگا تھوڑی دیر بعد اس نے مجھ سے کہا۔ "ایک گھنٹے کے اندر اندر ایک ہیلی کوپٹر یہاں آجائے گا۔ کیا تمہارے دماغ میں کوئی خاص منصوبہ ہے؟"

"ہیلی کوپٹر لمبی پرواز کے لئے کارآمد نہیں ہوتا ہے وہ لوگ مونٹی کارلو سے زیادہ دور نہیں جاسکے ہوں گے۔ ویسے بھی ہمیں وہ ہیلی کوپٹر کسی ایسی جگہ تلاش کرنا چاہیے جہاں اونچے اونچے درخت اور غار ہوں۔ آبادی سے ہٹ کر ایسی جگہ کوئی جزیرہ ہی ہوسکتی ہے۔ اگر وہ ان جزائر ہائرس تک پہنچ چکے ہیں تو رات کے وقت وہ رقم وہاں سے منتقل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"منتقل؟" چیکال نے پلکیں جھپکائیں۔ "مگر کس کے ذریعے؟"

"کسی تیز رفتار لانچ کے ذریعے۔" میں نے جواب دیا۔ "بہرحال اگر انہوں نے ہیلی کوپٹر اسی علاقے میں چھپایا ہے تو دوسرے ہیلی کوپٹر سے نیچی پرواز کرکے اس کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔"

اس دوران میں ہیلی کوپٹر اپنی منزل پر آگیا تو میں نے ہوٹل ڈی پیرس فون کرکے ہلڈا سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ایک کاروباری سلسلے میں فوری ہوٹل سے نکل پڑی تھی اس لئے اس سے رابطہ قائم نہ کرسکی میں جلد ہی واپس آجاؤں گی اور وہ بہتر ہوگا کہ وہ میرا انتظار کرے۔

"میں اچانک تمہارے کمرے میں گئی تھی کہ تمہیں حیران کردوں گی۔ مگر تم اس طرح غائب تھیں کہ میں خود حیران رہ گئی۔" ہلڈا نے کہا۔

"میں آج رات یا کل تک واپس آجاؤں گی۔ پھر تم مجھے جی بھر کے حیران و پریشان کرتی رہنا۔" میں نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع کردیا۔

سیکرٹ سروس کی عمارت سے نکل کر ہم ایک قریبی پہاڑی سلسلے تک گئے۔ وہ ہیلی کوپٹر ایک سرنگ سے نکال کر کھلی فضا میں کھڑا کردیا گیا تھا۔ اس کے پائلٹ مارسل سے میرا تعارف کرایا گیا اور میں کاک پٹ کے عقبی حصے میں بیٹھ گئی۔ میرے ہاتھ میں چیکال کی دی ہوئی طاقتور دوربین دبی ہوئی تھی جس سے میں زمین کا بخوبی جائزہ لے سکتی تھی۔

چیکال نے کوپٹر کے پائلٹ مارسل کو کام کی نوعیت سے آگاہ کیا اور کہا۔ "یہ کام خطرناک بھی ثابت ہوسکتا ہے، تمہیں دانشمندی اور ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔"

"آپ جانتے ہی ہیں کہ خطرات میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" اس نے جواب دیا۔ "میں وہ ہیلی کوپٹر ڈھونڈنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

چیکال نے الوداعی انداز میں ہاتھ لہرایا اور ہیلی کوپٹر فضا میں

بلند ہو گیا۔ جلد ہی ہم فرنجس کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں کا ساحلی علاقہ دیکھنے پر ایسی کوئی شئے دکھائی نہیں دی جسے ہیلی کوپٹر کہا جا سکتا۔ پھر ان جگہوں کو دیکھا گیا جہاں ہیلی کوپٹر کی آواز آنے کی رپورٹس ملی تھیں

میں نے اکتا کر مارسل سے جزائر ہائیرس کی طرف چلنے کو کہا اس نے تھوڑی سی دیر میں وہاں پہنچا دیا اور اس بار اتنی نیچی پرواز کی کہ میرا دل دھڑکنے لگا۔ مجھے اندیشہ ہوا تھا کہ کوپٹر کسی درخت میں نہ پھنس جائے۔ ہمارے کوپٹر کو دیکھ کر جزیرے پر موجود بہت سے آدمیوں نے استقبالیہ انداز میں ہاتھ ہلائے تھے۔ یہ سب کچھ نظر آ گیا مگر وہ ہیلی کوپٹر یا اس جیسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیا۔

"اب کہاں چلا جائے؟" مارسل نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے واپس فرنجس کی طرف چلو۔"

اس نے ہیلی کوپٹر اس طرف موڑا تو مجھے سمندر میں سیاہ دھبے دکھائی دیے۔ دوربین سے دیکھنے پر بھی واضح طور پر سمجھ میں نہیں آ سکا کہ وہ کیا چیز ہو سکتی ہے میں نے مارسل کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تو اس نے کہا کہ وہ ہائیرس سے متصل چند جزائر ہیں۔

"مگر یہ جزائر تو نقشے میں نہیں ہیں۔"

"ہو سکتا۔" اس نے جواب دیا۔ "چونکہ یہ بہت چھوٹے ہیں چنانچہ انہیں جغرافیائی اہمیت حاصل نہیں ہے۔"

"اگر وہ ہیلی کوپٹر یہیں ہے تو سمجھ لو کہ ان کو کچھ دنوں کے بعد بین الاقوامی اہمیت حاصل ہو جائے گی۔ اس جزیرے کا دنیا بھر کے اخباروں میں نام آئے گا۔ تم تھوڑی دیر کے لئے ادھر چلو۔"

اس نے کوپٹر ان ننھے جزائر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ "اس جزیرے کو شیطانی جزیرہ کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ کچھ دنوں پہلے تک بدمعاشوں اور آوارہ گردوں کی آماجگاہ تھا۔ فرانس کی زیرزمین تنظیموں سے تعلق رکھنے والے افراد عموماً یہیں بسیرا کرتے تھے چونکہ یہ فرانس کے فوراً بعد پڑتا ہے چنانچہ یہاں فرانس سے اسمگل کیا جانے والا مال رکھا جاتا تھا۔ پولیس کو اس کی خبر ہو گئی تو اس نے شدید گولہ باری کی اور تمام نامی گرامی بدمعاشوں کو فنا فی النار کر دیا۔ جب سے یہ جزیرہ ویران پڑا ہے اور اس پر چوہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ چوہے کسی جہاز کے ڈوبنے پر یہاں آ بسے تھے، جب سے اپنی نسل بڑھا رہے ہیں۔"

"میں ذرا اس کو قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ بیحد نیچی پرواز کرنا۔"

"آپ کے خیال میں وہ لوگ یہیں چھپے ہوں گے۔"

"امید تو ہے۔" میں نے دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

پہلے راؤنڈ میں کوئی قابل ذکر چیز دکھائی نہیں دی۔ وہاں نوکیلی چٹانوں اور گھنے درختوں کی بہتات تھی۔ مارسل نے ایک راؤنڈ لگا کر پوچھا۔ "کچھ دکھائی دیا؟"

میں نے جواب دیا۔ "چوہے ہے۔۔ لاتعداد چوہوں کا نظارہ نصیب ہوا ہے۔ ہر قامت و رنگ کے اتنے چوہے کسی تہذیب یافتہ خطے میں نہیں مل سکتے۔"

اس نے دوسرا چکر لگایا تو مجھے اس کے اختتام پہ تیز روشنی دکھائی دی، کوئی دھاتی شئے چمکی تھی۔ میں نے مارسل سے کہا کہ وہ اس جگہ کا راؤنڈ لگائے۔

مارسل نے اثبات میں سر ہلایا اور اس بار اتنی نیچی پرواز کی کہ درختوں کے پتے ہلنے لگے۔ تیسرا راؤنڈ مکمل ہونے سے پہلے مارسل دردناک آواز میں چیخا اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کوپٹر بری طرح سے ڈگمگانے لگا۔

میں نے بھی مشین گن کا قہقہہ سنا تھا۔ ہم پر جزیرے کی ایک چٹان سے گولیاں برسائی گئی تھیں۔ ہیلی کوپٹر کا کاک پٹ ایک چھناکے سے ٹوٹا اور اس کے ٹکڑے اڑ کر سمندر میں گرتے دکھائی دیے۔ سیکڑوں گولیاں کوپٹر کی باڈی اور اس کے انجن پر بھی لگی تھیں میں نے آگے جھک کر کاک پٹ سے جائزہ لیا تو چار یا پانچ آدمیوں کو مشین گن سے کوپٹر پر فائرنگ کرتے دیکھا۔

"مارسل۔" میں اس کا کاندھا پکڑ کر چیخی۔ "اب یہاں سے نکل چلو۔"

مارسل نے بہ دقت اپنا چہرہ میری طرف گھمایا اور میں سر تا پا لرز کر رہ گئی۔ اس کا چہرہ بھرتہ بن چکا تھا اور کپڑے لہولہان تھے اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر اسے ہچکی آئی اور اس کے منہ سے خون کی موٹی دھار نکلی۔

میں نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر نیچے کھڑے ہوئے آدمیوں کو نشانہ بنانا چاہا مگر عین اسی وقت ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور ہیلی کوپٹر کے کاک پٹ کے پرخچے اڑ گئے۔ اس کی ٹنکی ان میں سے کسی کی گولی کا نشانہ بن گئی تھی اور کوپٹر نے فضا میں آگ پکڑ لی تھی۔

نیچی پرواز کی بنا پر میں موت کے منہ میں جانے سے محفوظ رہی تھی ورنہ بلندی سے گری ہوتی تو بچنے کے امکانات کم تھے۔ میں ہیلی کوپٹر کے عقب میں کچھ اس انداز سے گری تھی کہ ان پانچوں کی نگاہ میں آنے سے بچ گئی تھی۔ پانی میں میرے آگے آگ اور دھوئیں کی ایک دیوار سی کھڑی تھی۔

میں نے سر ابھار کر اس جگہ سے خشکی تک کا اندازہ کیا اور غوطہ مار کر اس طرف تیرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد یہ محسوس ہونے لگا کہ میرے پھیپھڑے پھٹ جائیں گے میں مزید سانس نہیں روک سکتی تھی مگر اس کے ساتھ ہی دن کی روشنی میں سطح آب سے

سر اوپر بھی نہیں اٹھا سکتی تھی۔ میں جانتی تھی کہ وہ پانچوں میری تاک میں ہوں گے۔

لازمی طور پر انہوں نے ہیلی کوپٹر میں دو اشخاص بیٹھے دیکھے ہوں گے۔ ایک تو ہیلی کوپٹر کے ڈھانچے کے ساتھ پانی کی سطح پر تیر رہا تھا جبکہ دوسرا یعنی میں سب کی نگاہ سے اوجھل ہو چکی تھی۔

میں نے اپنی جسمانی صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے اندھا دھند پیر مارے۔ تھوڑی دیر بعد میرے ہاتھ سخت اور نوکدار چٹانوں سے ٹکرائے۔ میں نے ان کو تھام کر سر اوپر اٹھایا اور پھیپھڑوں سے ایک سانس خارج کی۔ خوش قسمتی سے میں جلتے ہوئے جہاز سے کافی دور اور مختلف سمت میں آنکلی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو ان چٹانوں میں محفوظ کر کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔

تھوڑی دیر بعد میں نے ربڑ کی متعدد کشتیاں اس سمت جاتے دیکھیں جہاں جہاز کا جلتا ہوا ڈھانچہ تیر رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر انہوں نے مارسل کا بھسم شدہ جسم ایک کشتی میں رکھا اور چاروں طرف اس طرح نگاہ دوڑانے لگے جیسے انہیں کسی کی تلاش ہو۔ وہ مجھے ہی پانے کے لئے ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ آخر کار تھک ہار کر انہوں نے یہ تلاش ختم کر دی اور جزیرے کی طرف لوٹ آئے۔ میرا ہیلی کوپٹر آہستہ آہستہ جل کر پانی میں بیٹھتا چلا گیا۔ اس کے شعلے دھیمے پڑتے گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہاں دھویں اور شعلوں کا نام و نشان نہ رہا۔ سطح سمندر بے داغ اور مسطح تھی۔

اب مجھے تاریکی کا انتظار تھا۔ میں اسی وقت وہ رقم تلاش کر سکتی تھی۔

سورج نے آہستہ آہستہ اپنا سفر ختم کیا اور وہاں تاریکی پھیل گئی۔ میں ایک ہی جگہ ایک ہی انداز میں بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی، جسم مفلوج سا ہو گیا تھا۔ تاریکی ہونے پر میں نے پاؤں پھیلا دیے مگر اس حالت میں بیٹھے ہوئے دو چار لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ کوئی چیز میری بائیں پنڈلی سے ٹکرائی۔ میں بے اختیاری میں چیختے چیختے رہ گئی۔ میں نے پاؤں جھٹک کر چٹانوں کی طرف دیکھا تو اپنی سمت سرخ سرخ آنکھوں سے کسی کو گھورتے پایا۔ وہ ایک موٹا تازہ قد آور چوہا تھا۔ جو اپنی چمکدار آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ میرے رگ و پے میں خوف کی ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی چلی گئی۔ کیونکہ اس کے آس پاس اس طرح سے سیکڑوں لال لال خوں خوار آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

میں جو اپنے محکمے کی ناک اور سیکرٹ سروس کی زیرک ترین ایجنٹ سمجھی جاتی تھی اس وقت گھریلو عورتوں کی مانند روائتی انداز میں چوہوں سے ڈر رہی تھی مگر یہ چوہے گھریلو چوہوں کی مانند شریف النفس اور بے ضرر نہیں تھے۔ ان کی بے چین آنکھوں اور گرسنہ انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ میری تکہ بوٹی کرنا چاہتے ہیں... ایسی بوٹیاں جنہیں بھونے بغیر حلق سے اتارا جا سکے۔

میں نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکال لیا۔ مجھے اس لمحے اس کی پروا بھی نہیں رہی تھی کہ فائرنگ کا شور سن کر میرے دشمن جان بھی ہوشیار ہو سکتے ہیں۔

ریوالور نکالنے کے بعد میں ایک قدم آگے بڑھی تو میں نے محسوس کیا کہ چوہے خود مجھ سے خوف زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ ان کا مجھ پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

میں نے ریوالور جیب میں رکھ لیا تو میری پشت پر ایک ٹھنڈی اور گول سی چیز آ چپکی۔ اس کے ساتھ کسی نے سفاک لہجے میں کہا "اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ میرے ہاتھ میں آگ اگلنے والی چیز ہے۔"

عقب سے ایک ہاتھ آیا اور میری جیب سے ریوالور نکال لیا گیا پھر وہ شخص بھی سامنے آ گیا۔ وہ مونٹی کارلو کے جوئے خانے کا ملازم تھا اور صبح کے وقت میں نے اسے جوا کھلاتے دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور چمک رہا تھا جس کی نال میرے دل کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ ریوالور پکڑنے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بے دریغ فائر کرنے کا عادی ہے اور اگر میں نے کوئی جدوجہد کی تو وہ مجھے مہلت نہیں دے گا۔ "ہمیں پورا یقین تھا کہ تم ہیلی کوپٹر سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو چکی ہو۔ ہم تمہاری ہی تلاش میں تھے۔ اچھا اب آگے چلو۔"

اس نے اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی لکڑی کے ایک سرے کو آگ دکھا کر چوہوں کی سمت لہرایا تو وہ چیں چیں کر کے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لکڑی شاید پٹرول یا کسی بھڑکنے والے محلول میں بھگوئی گئی تھی اسی لئے ہوا کے معمولی جھونکے اسے بجھا نہیں پا رہے تھے۔

وہاں سے وہ ملازم مجھے اونچائی کی طرف لے کر بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہیلی کوپٹر سے میں نے کوئی دھاتی شے چمکتی دیکھی تھی۔

وہ سب ایک کھوہ میں موجود تھے۔ ٹریگوار، قمار خانے کا ڈائرکٹر اور وہ آدمی جس نے ایلسا کو بے بس کیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ ہیلی کوپٹر کا پائلٹ بھی ہے اور ان سب کو وہی وہاں تک لایا ہے۔

دوسروں نے مجھ پر چنداں توجہ نہیں دی مگر قمار خانے کا ڈائرکٹر میری طرف ہاتھ اٹھا کر گمبھیر آواز میں بولا "اس کی اچھی طرح تلاشی لے کر اس کے ہاتھ پیر باندھ دو۔ اس کی اچھی طرح نگرانی کرتے رہنا مجھے حیرت ہے کہ یہ اپنی جان بچانے میں کیسے کامیاب ہو گئی۔"

اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اس کھوہ میں دھکیل دیا گیا۔ وہاں صرف ایک لکڑی روشن تھی اور وہاں پھیلی ہوئی کثیف تاریکی پر غالب آنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ چنانچہ جب اس شخص نے سرسری انداز میں میری تلاشی لی اور میرے جسم کے نشیب و فراز کو ٹٹولا تو اسے گیس بم اور خنجر نہیں مل سکا۔ خنجر میرے کوٹ کی آستین میں چھپا ہوا تھا اور ایک تار سے بندھا ہوا تھا۔ میں ضرورت کے وقت اسے نہایت آسانی سے آستین سے باہر نکال سکتی تھی۔

اپنی تلاش مکمل کرنے کے بعد اس نے میرے ہاتھ پاؤں اچھی طرح سے باندھ دیے۔ اس نے پھر مجھے لاچار و بے بس سمجھتے ہوئے مزید تاریکی میں دھکیل دیا۔ وہ میری طرف سے پوری طرح مطمئن تھا کہ میں کسی صورت بھی اب وہاں سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکوں گی۔

اس کھوہ میں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک آدمی اپنے ہاتھ میں دوربین اور فلیش لائٹ لے کر باہر نکلتا تھا اور پھر مایوسی سے اندر آجاتا تھا۔ شاید انہیں اس موٹر بوٹ کا انتظار تھا جو انہیں وہاں سے لے جاتی۔

آخر کار ایک بار وہ آدمی باہر سے چیخا اور وہاں پر موجود تمام افراد دیوانہ وار اس طرف دوڑے۔ صرف وہ ملازم وہیں ٹھہر گیا تھا۔ میں نے اس ایک لمحے سے فائدہ اٹھایا۔ تار کو ڈھیلا کرنے پر خنجر میرے ہاتھ میں آگیا۔ میں نے پھرتی سے اپنے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دیں۔ مگر پھر اس کے بعد میں نے فوری روشنی میں آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں وہیں دبکی پڑی رہی۔

چند لمحوں بعد وہ سب دوبارہ اندر آگئے۔ ڈائریکٹر نے ملازم کی طرف رخ کر کے کہا۔ "ہم ہیلی کوپٹر کو ٹھکانے لگا کر واپس آتے ہیں تم یہیں ٹھہرو۔"

"میں یہ کیسے مان لوں کہ تم لوگ واپس بھی آؤ گے؟" ملازم نے مشکوک لہجے میں کہا۔

ڈائریکٹر نے یہ سن کر ہیلی کوپٹر سے ایک بڑے سائز کا المونیم کا صندوق نکالا اور اس سے کہا۔

"اس صندوق میں رقم موجود ہے۔ ہم اسے یہیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ . . اب تو تمہیں یقین آجانا چاہیے کہ ہم واپس بھی آئیں گے؟"

"ٹھیک ہے" ملازم نے اطمینان ظاہر کیا۔

ان سب نے ہیلی کوپٹر کو دھکیل کر باہر نکالا۔ میں نے اس دوران میں اپنے پاؤں کی رسیاں بھی کاٹ ڈالیں۔ ہیلی کوپٹر باہر چلا چلا گیا مگر ان لوگوں کے شور و غل کی آوازیں بدستور وہاں تک آتی رہیں۔

قمار خانے کا ملازم ٹہلتا ہوا میرے نزدیک آکر ٹھہر گیا اس نے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں سے لگائی اور ماچس جلا کر اسے جلانا ہی چاہتا تھا کہ میں کسی سانپ کی مانند اپنی جگہ سے سرکی اور اس کی پشت تک پہنچ گئی میں نے اپنا خنجر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور پھر اس کی نوک ملازم کی ناف پر گاڑ دی میں نے اس کے ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے جدوجہد کرنے کی احمقانہ حرکت کر ڈالی۔

میں نے اپنا خنجر اس کی ناف میں پیوست کر کے اسے اوپر تک کھینچ دیا۔ اس کا منہ کربناک انداز میں کھلا اور ہونٹوں سے سگریٹ نکل کر نیچے لڑھک گئی اس کی انتڑیاں باہر آگئیں اور خون کی ایک دھار آگے گری۔ میرا خنجر والا ہاتھ خون میں لت پت ہو گیا۔

یکبارگی اس کی حلق سے ایک مدھم اور بے معنی خرخراہٹ نکلی اور وہ دہرا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کا ریوالور نکالا اور اس المونیم کے صندوق کی طرف بڑھی۔ اس کا تالا بغیر کسی مزاحمت کے کھل گیا۔ کھوہ میں جلنے والی مدھم اور مدقوق روشنی میں ڈالروں کی گڈیاں واضح طور پر نظر آئی تھیں۔

میں نے پھرتی سے اس صندوق کی رقم باہر نکالی اور اس کو اندازے سے مساوی الوزن پتھروں سے بھر دیا۔ پتھر مجھے کھوہ کے فرش سے دستیاب ہو گئے تھے۔ پھر میں نے ان پتھروں کے اوپر چند گڈیاں کھول کر اس طرح پھیلا دیں کہ یہ تاثر قائم رہے کہ رقم اس میں بھری ہوئی ہے میں نے صندوق کو بند کیا اور اسے وہیں چھوڑ دیا۔

باہر سے اب بھی شور و غوغا سنائی دے رہا تھا۔ میں نے اپنے جیکٹ کی زپ کھول کر فرش سے رقم اٹھا کر اس کے اندر ڈال لی یہ کام آسان نہیں تھا۔ دو کروڑ ڈالر کے نوٹ بہت ہوتے ہیں تاہم میں نے انہیں کسی نہ کسی طرح سے جیکٹ میں ٹھونس لیا۔ فرش پر پڑے ہوئے ملازم کو میں نے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور پیٹھ پر لاد کر باہر نکل گئی۔

وہ تینوں ہیلی کوپٹر کو کھینچ کر بالکل سمندر کے قریب لے جا چکے تھے۔ میں کھوہ سے نکل کر ان کی مخالف سمت میں چلی گئی۔ ایک جگہ پر مجھے گھنی جھاڑیاں دکھائی دیں۔ میں نے ملازم کو ان کی آڑ میں ڈال دیا۔ پھر میں نے ایک اونچی سی چٹان ڈھونڈی اور اس کی آڑ میں ہو گئی یہ چٹان اس کھوہ کے قریب ہی تھی اور میں وہاں سے نہ صرف ان تینوں پر نگاہ رکھ سکتی تھی بلکہ ان کی آوازیں بھی بخوبی سن سکتی تھی۔

چاند نے بدلیوں سے سر نکالا اور وہ پورا منظر واضح ہو گیا۔ ہیلی کوپٹر کو ساحل پر لے جانے کے بعد اس میں ایک شخص سوار ہو گیا تھوڑی دیر بعد میں نے اس کے انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ اس کے پنکھے انگڑائی لے کر سرکے اور تھوڑی دیر بعد رفتار سے گھومنے لگے۔ پھر ہیلی کوپٹر ایک جھٹکے سے اوپر اٹھ گیا اور سمندر کی طرف چلا گیا۔ وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اس کے پائلٹ نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔

بغیر پائلٹ کا ہیلی کوپٹر کچھ دور تک اڑتا رہا پھر ایک زناٹے کے ساتھ پانی میں گر گیا۔ کچھ دیر تک پانی میں مدوجزر ہوتا رہا پھر بتدریج اس کی سطح پرسکون ہو گئی۔ کسی کے سان و گمان میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ اس جگہ ایک ہیلی کوپٹر موجود ہو گا۔

وہ پائلٹ تیرتا ہوا خشکی تک آگیا۔

اسی دوران میں قمار خانے کا ڈائرکٹر کھوہ کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد چیختا ہوا باہر نکلا اس کے ایک ہاتھ میں المونیم کا وہی صندوق دبا ہوا تھا جس میں اب پتھر بھرے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے آدمیوں کے قریب پہنچ کر ہذیانی انداز میں کہا "وہ بھاگ گئی۔۔ فرار ہوگئی۔۔۔ اس نے اپنی بندشیں کاٹ ڈالیں اور جارج کو لے کر نکل گئی۔"

"اور وہ رقم؟" پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ پوچھا گیا۔ "وہ رقم محفوظ ہے؟"

ڈائرکٹر نے صندوق زمین پر رکھ کر کھولا اور اطمینان کی سانس لی "رقم تو موجود ہے" وہ بولا۔

اوپر رکھے ہوئے نوٹ اپنی جگہ سے اتنے نہیں سرکے تھے کہ اس میں رکھے ہوئے پتھر اوپر سے دکھائی دے جاتے، ان کے ساتھ میں نے بھی اطمینان کی سانس لی تھی۔

"آؤ اب اس شیطانی جزیرے سے نکل چلیں" ٹرگیوار بولا۔

ان تینوں میں سے ایک نے سمندر کی مغربی سمت میں فلیش لائٹ کا سگنل دیا تو اس طرف سے اس کا جواب دیا گیا اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ کسی موٹر بوٹ میں نہیں بلکہ ہوائی جہاز میں وہاں سے جا رہے ہیں۔ خاص قسم کا وہ ہوائی جہاز پانی اور ہوا میں سفر کر سکتا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، وہ جارج کو لے کر کیسے فرار ہوگئی ہوگی؟" ٹرگیوار نے ڈائرکٹر سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ جارج کو ریوالور کے زور پر باہر لے گئی اور پھر کسی موٹر بوٹ میں یہاں سے فرار ہوگئی۔ ہم لوگ چونکہ ہیلی کوپٹر سے نجات حاصل کرنے کے چکر میں الجھے ہوئے تھے اس لئے موٹر بوٹ کی آواز نہیں سن سکے۔"

وہ سب جب تک جہاز میں بیٹھ کر وہاں سے چلے نہیں گئے میں اپنے آپ کو اس وقت تک غیر محفوظ سمجھتی رہی۔ وہ رقم اس صندوق سے نکال کر میں نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا تاہم وقتی طور پر انہیں ایک الجھن میں ضرور مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اس کا ادراک ہونے پر فوری اس جزیرے کی طرف پلٹ بھی نہیں سکتے تھے اس لئے انہیں یہ خوف دامن گیر ہوگا کہ میں فرانس کی پولیس کو لے کر جلد واپس آنے والی ہوں۔

وہ رات میں نے اسی کھوہ میں گزاری تھی۔ مجھے ان خونی چوہوں کا خوف تھا۔ کھوہ میں اتنی روشنی ہو رہی تھی کہ وہ اس کے اندر آنے سے باز رہیں۔ وہ رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹی۔ ذرا سی آہٹ ہوتی تو میری آنکھ کھل جاتی۔ یہی گمان ہوتا کہ کوئی چوہا مزاج پرسی کرنے آ رہا ہے۔

صبح ہوتے ہی میں نے ایک جلتی ہوئی لکڑی اٹھائی اور ساحل کی طرف چل پڑی۔ وہاں میں موٹر بوٹ تلاش کر رہی تھی کہ مجھے زبردست بھنبھناہٹ سنائی دی۔

میں نے آسمان کی طرف بغور دیکھا۔ ایک بڑا سا سفید ہیلی کوپٹر اس طرف آ رہا تھا پہلے تو میں یہ سمجھی کہ وہ لوگ اس رقم کو لینے واپس آئے ہیں مگر جب وہ ہیلی کوپٹر نزدیک آیا تو میں نے اس پر فرانسیسی پولیس کا نشان بنا دیکھا۔

میری جان میں جان آئی میں نے اپنا ریوالور نکال کر پے در پے تین چار ہوائی فائر کئے۔ وہ ہیلی کوپٹر تیر کی طرح سے اس طرف آ گیا۔ جب ہیلی کوپٹر نے لینڈنگ کی تو اس میں سے چیکال مسکراتا ہوا نکلا اس نے کہا "تمہیں بخیر دیکھ کر خوشی ہوئی مارلین غلپ... تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آ چکا ہے؟"

میں نے مختصراً اسے گزشتہ واقعات سے آگاہ کیا۔ ہم ہیلی کوپٹر میں بیٹھے تو اس نے کہا "تمہارا ہیلی کوپٹر اڑنے سے پہلے میں نے اس کی دم پر الیکٹرو میگنٹک آلہ لگا دیا تھا۔ تمہارا کوپٹر وہاں سے اڑا تو ہمیں سگنل ملتے رہے اور ہمیں پتا چلتا رہا کہ تم کہاں ہو۔ مگر یہ سگنل شیطانی جزیرے کے قریب جا کر رک گئے میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم دونوں کسی معرکے میں کام آ گئے ہو مگر شکر ہے کہ تم زندہ بچ گئیں۔" اس نے توقف سے کہا "چونکہ سگنل اس جزیرے پر آ کر ختم ہوئے تھے چنانچہ میں ہیلی کوپٹر لے کر ادھر ہی آ گیا۔"

"مجھے مارسل کی موت کا بہت افسوس ہے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ ایک اچھا پائلٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہادر آدمی بھی تھا۔"

چیکال نے اثبات میں سر ہلا کر میری بات کی تائید کی۔

جب ہم مونٹی کارلو پہنچے تو چیکال نے وہ رقم قمار خانے کو لوٹا دی میں نے ہاک سے رابطہ قائم کر کے رپورٹ دی تو اس نے مجھے آرام کرنے کی تاکید کی۔

میں ہوٹل ڈی پیرس پہنچی تو ایلسا میری منتظر تھی۔ شاید وہ مجھ پر برہم ہونا چاہتی تھی مگر جب اس نے میری صورت پر بارہ بجتے دیکھے تو اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"تم اب تک کہاں تھیں؟" اس نے تیوریاں چڑھا کر اس طرح سے پوچھا جیسے وہ میری منکوحہ ہو۔

میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "میں ساری رات ایک بزنس میٹنگ میں شریک رہی تھی اس لیے ہوٹل واپس نہ آ سکی۔ تھکن سے برا عالم ہے۔ اب میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

ایلسا نے کوئی تعرض نہیں کیا اور میں بستر پر گر کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی۔ میں چوبیس گھنٹوں تک مسلسل سوتی رہی۔ شاید میں مزید غافل رہتی مگر فون کی پرشور گھنٹی نے مجھے بیدار ہونے پر مجبور کر دیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سیکرٹ سروس کا

چیف ہاک تھا۔

اس نے میری آواز پہچان کر کہا "امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سے آرام کر لیا ہو گا۔ اب سیدھی میری طرف چلی آؤ، تمہیں سنانے کے لیے میرے پاس ایک بری خبر ہے۔"

"مجھے کہاں آنا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"پیرس ہیڈ کوارٹر" دوسری طرف سے جواباً کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میں انگڑائی لے کر بستر سے اٹھ بیٹھی۔ اس وقت چونکہ میں کسلمندی محسوس کر رہی تھی، چنانچہ شاور کے نیچے بیٹھ کر دیر تک غسل کرتی رہی۔ ایلسا سے میں نے پیرس چلنے کو کہا تو وہ فوراً تیار ہو گئی۔

آدھ گھنٹے بعد ہم نیس پہنچ چکے تھے۔ جہاں سے ایلسا کا جٹ ہمیں پیرس لے کر روانہ ہونے والا تھا۔

جب ہم پیرس پہنچے تو اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ اورلی ایئرپورٹ جل تھل ہو رہا تھا۔ میں نے ایلسا کو ہوٹل جارج میں ٹھہرایا اور خود ایک ٹیکسی لے کر ایکس ہیڈ کوارٹر پہنچی۔ مجھے فوراً ہاک کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ میری آمد پر اس نے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا "اول تو اس کیس کا سر پیر ہی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ دوئم یہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کیس کبھی ختم ہی نہیں ہو گا۔" اس نے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میری طرف بڑھایا۔

میں نے لفافہ کھول کر تحریر نکالی۔ ٹائپ شدہ تحریر میں کہا گیا تھا "وہ چینی نیوکلیئر میزائل جو بارہ گھنٹے قبل گم ہوا تھا، اب ہماری تحویل میں ہے۔ اگر آپ اسے واپس لینے کے خواہش مند ہیں تو مبلغ دو کروڑ ڈالر ادا کیجئے۔

یہ سودا منظور ہو تو دو روز بعد لندن ٹائمز کے عوامی اشتہارات میں ان لفظوں میں اشتہار دیجئے۔ "الیگزینڈر، مجھے تمہاری شرائط منظور ہیں۔ از طرف، قبلائی خان۔"

اشتہار دینے کے بعد مزید اطلاعات و ہدایات کے منتظر رہیں۔

لفافہ اوپر سے بالکل سادہ تھا اور اس پر کوئی نام و پتا تحریر نہیں تھا۔ ہاک نے کھڑکی سے ہٹ کر میری طرف آتے ہوئے کہا "یہ لفافہ کل چینی سفارت خانے میں ڈالا گیا تھا۔"

"کیا یہ صحیح ہے کہ چینیوں کا نیوکلیئر میزائل غائب ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ درست ہے" ہاک نے منہ بنا کر جواب دیا "تم نے جس وقت شیطانی جزیرے سے وہ رقم حاصل کی تھی اسی وقت یہ حادثہ پیش آیا۔ شاید تم نے غور نہیں کیا کہ یہ رقم اس کے مساوی ہے جو تم واپس لائی ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی چینی نیوکلیئر میزائل غائب ہو چکا ہے؟" میں نے ناقابل یقین لہجے میں کہا۔

"ہاں! اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے دشمن بہت طاقتور ہیں اور انہیں سائنسی شد بد بھی حاصل ہے۔ تم جس وقت جزیرے ہائرس کی طرف روانہ ہو رہی تھیں ٹھیک اسی وقت اتفاق سے چینی تجرباتی طور پر ایک نیوکلیئر میزائل اڑا رہے تھے۔ میزائل فضا میں غائب ہو گیا تو یہ خیال کیا گیا کہ شاید اسے کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ مگر اس خط کے موصول ہونے کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ وہ ہمارے دشمنوں کے قبضے میں ہے۔"

"لیکن راکٹ یا میزائل اڑانے والے تو قابل اعتماد ہوتے ہیں۔"

"ہاں،" ہاک نے اثبات میں سر ہلایا "جو پائلٹ اس میزائل کو اڑا رہا تھا وہ بھی قابل اعتماد شخص تھا مگر محض دو ہفتوں کے لیے آنکھوں سے اوجھل رہا۔ وہ اس دوران البانیہ میں رہا تھا۔ اس وقت اس کی نگرانی نہیں کی جا سکی۔ شاید اس وقت اس کے دماغ پر کنٹرول کر لیا گیا ہو اور دشمنوں نے اسے حسب خواہش اپنے لیے تیار کر لیا ہو۔"

"کیا چینی تاوان کی رقم دینے کو تیار ہیں؟" میں نے وہ لفافہ ہاک کو لوٹاتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں، اسی سلسلے میں اس وقت ہم ایک میٹنگ کر رہے ہیں۔" اس نے توقف سے کہا "اور تمہیں میرے ساتھ اس میں شرکت کرنا ہے۔"

وہ مجھے اپنے آفس کے اوپری کمرے میں لے گیا۔ عمارت میں ان کی موجودگی یہ ظاہر کرتی تھی کہ معاملہ بیحد اہم ہے۔ وہاں تین چینی موجود تھے جن کا تعلق چینی کیمونسٹ پارٹی سے بھی تھا۔ تینوں مجھے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔

ان کے ساتھ آئے ہوئے ترجمان نے کہا "ہمارے لیڈر کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں یہاں بلا کر جو اعزاز بخشا ہے۔ ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ نیوکلیئر میزائل کی واپسی کے لیے آپ لوگ جو پیش رفت فرما رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ لوگ اس معاملے میں خصوصی دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ چیز ہمارے لیے طمانیت کا باعث ہے۔ کیمونسٹ پارٹی کے چیئرمین نے آپ کے صدر محترم سے گفتگو کی تھی۔ انہوں نے ہدایت کی ہے کہ ہم آپ سے اس معاملے میں تعاون کریں۔"

"یہ بات میرے لیے بھی باعث صد افتخار ہے کہ اس معاملے میں مجھ پر اعتبار کیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا "میں اس معاملے کو حل کرنے کی پوری سعی کروں گی۔"

رسمی گفتگو ختم ہوئی تو میں نے سوال کیا "کیا آپ لوگ تاوان کی رقم ادا کرنے کو تیار ہیں؟"

ترجمان نے میری بات ان تک منتقل کی تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور میری طرف ایک بیگ بڑھا دیا۔ ان میں سے ایک نے اس کا تالا کھول کر امریکی ڈالروں کی جھلک بھی دکھائی تھی۔ پاس نے

کہا، یہ دو کروڑ ڈالر ہیں۔ اب ہم ہدایت کے مطابق کل کے لندن ٹائمز کے عوامی اشتہارات والے کالم میں اشتہار دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ اس بیگ کو اب بند کر دیں، میں اس کیس کے اختتام تک آپ کی تحویل میں رہوں گی اور آپ ہر دم مجھ سے رابطہ قائم رکھ سکیں گے۔"

ترجمان نے میری بات ان کے گوش گزار کی تو وہ تینوں مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصتی انداز میں کھڑے ہو گئے۔

بعد میں ہاک نے مجھے بتایا کہ چینی لیڈروں کے لیے سیکرٹ سروس کی عمارت میں ہی ایک کمرہ خالی کر دیا گیا ہے اور وہ لوگ یہیں قیام کریں گے۔ "اس تنظیم کے پیچھے جو دماغ بھی کام کر رہا ہے۔" اس نے مجھ سے کہا "وہ دیوانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہوشیار بھی ہے۔"

"ہاں! ان لوگوں نے الیگزینڈر اور قبلائی خان کا جوڑ بھی خوب ملایا ہے۔"

ہاک نے مجھے ہوٹل جارج کے سامنے چھوڑا اور خود امریکا کے سفارت خانے کی طرف چلا گیا۔ پیرس میں قیام کے دوران میں اسے وہیں ٹھیرنا تھا۔

میں اپنے کمرے میں پہنچی تو وہاں ایلسا کی طرف سے ایک پیغام ملا کہ وہ کسی پارٹی میں شرکت کرنے جا رہی ہے۔ لہٰذا اس کا انتظار نہ کیا جائے۔ البتہ اگر میں جلدی واپس آ جاؤں تو تحریر شدہ پتے پر آ کر پارٹی میں شریک ہو سکتی ہوں۔

میں نے اس کی تحریر ایک طرف اچھال دی اور بستر پر جانے سے قبل میں نے ڈیسک کلرک کو ہدایت کی کہ وہ صبح میرے کمرے میں لندن ٹائمز ڈلوا دے۔

دوسرے روز صبح جب میں اس اشتہار کا مطالعہ کر رہی تھی تو ایلسا اس وقت تک واپس نہیں آئی تھی میں سوچ رہی تھی کہ نامعلوم الیگزینڈر پیرس، لندن، مونٹی کارلو یا نائس وغیرہ میں بیٹھا یہ اشتہار پڑھ کر محظوظ ہو رہا ہو گا۔

اس اشتہار کو پڑھ کر میں ایکس ہیڈ کوارٹر جانا چاہتی تھی کہ ایلسا واپس آ گئی۔ اس نے مجھ سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو میں نے کام کا بہانا بنایا۔

"کام... کام... کام...." اس نے جھنجلا کر کہا۔ "تم مجھے یہاں تفریح کرانے لائی ہو یا اپنے گورکھ دھندوں میں الجھاتی رہو گی۔"

"پہلے کام پھر تفریح۔" میں نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم آرام کرو، میں چلتی ہوں۔"

وہ جھنجھلاتی ہوئی اپنی خوابگاہ میں چلی گئی تو میں کپڑے تبدیل کر کے ایکس ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گئی۔

اس نامعلوم الیگزینڈر کی طرف سے ٹیپ شدہ پیغام موصول ہو چکا تھا اور اس وقت مقامی ہیڈ کوارٹر میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔

بین الاقوامی پولیس انٹرپول کے آفس سے سیکرٹ سروس ہیڈ کوارٹر کو فون کیا گیا تھا کہ ان کے پاس ایک مقامی آدمی پیکٹ لایا ہے پیکٹ کو پھاڑ کر دیکھا گیا ہے اس میں ایک ٹیپ موجود ہے اس کے ساتھ ہی ایک رقعہ بھی ہے اور ہدایت دی گئی ہے کہ اس ٹیپ کو فوراً چینی سفارت خانے تک پہنچا دیا جائے۔ چونکہ انٹرپول کو اس معاملے کی خبر تھی چنانچہ فوراً ہاک کو اطلاع دی گئی۔

وہ آدمی جو پیکٹ لایا تھا اس کا حلیہ اس قدر عام تھا کہ اسے ہزار ہا فرانسیسیوں پر منطبق کیا جا سکتا تھا، ویسے بھی یہ کسی کے سان و گمان میں نہیں تھا کہ وہ اتنی اہم چیز لے کر آئے گا اس لیے نہ تو اس کا تعاقب کیا گیا اور نہ ہی اسے کوئی اہمیت دی گئی۔

ہم نے اس ٹیپ کو ریکارڈنگ مشین پر چڑھایا، نامعلوم الیگزینڈر کی آواز ابھری۔

"میں الیگزینڈر بول رہا ہوں۔ میں نے اشتہار میں تمہارا جواب پڑھ لیا ہے۔ اب میں تم لوگوں کو جو ہدایات دے رہا ہوں اس پر دیسا ہی عمل کرو۔ آج تیرہ تاریخ کو سہ پہر کے وقت بحیرہ اسود کے مغربی ساحل پر ایک جہاز نمودار ہو گا جس پر ایک سفید جھنڈا لگا ہو گا۔ اس جھنڈے پر سرخ اژدہے کی تصویر بنی ہو گی۔ یہ جہاز ہماری طرف سے روانہ کیا جائے گا اور اس پر چینی میزائل لدا ہو گا۔ اگر تم لوگوں کو یہ سودا منظور ہے تو رقم لے کر یوگوسلاویہ کی بندرگاہ پر پہنچ جانا۔ جب رقم ہمارے آدمیوں کے ہاتھ میں دے دی جائے گی تو میزائل واپس مل جائے گا۔ اس سلسلے میں کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اگر رقم کی ادائیگی کے بغیر اس میزائل کو حاصل کرنے کی سعی کی گئی تو اس کے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

ٹیپ پر ابھرنے والی آواز سے ہم یہ اندازہ لگانے سے قاصر رہے تھے کہ وہ کس ملک کے باشندے کی آواز ہو سکتی ہے۔ اس شخص کا طرزِ لہجہ کچھ اس قسم کا تھا کہ اسے برطانوی، جرمنی یا یورپ کے کسی بھی ملک کا باشندہ کہا جا سکتا تھا۔

ٹیپ سننے کے بعد ہاک نے دو چار جگہ فون کیے اور ایک طیارے کا انتظام کروایا۔ جو ہمیں لے کر تھوڑی دیر بعد یوگوسلاویہ جانے والا تھا اس پرواز میں ہمارے ساتھ چینی لیڈر، ہاک اور دوسرے ایکس ایجنٹ تھے۔ یوگوسلاوی حکومت سے سفارتی سطح پر رابطہ قائم کیا گیا تھا اور اس نے ہمارے آدمیوں کو وہاں آنے کی منظوری دی تھی۔ یوگوسلاویہ کی بندرگاہ اسپلٹ پر ایک چھوٹا سا بحری جہاز ہمارا منتظر تھا۔ ہم اس میں سوار ہو کر کھلے سمندر میں پہنچ گئے۔ سہ پہر گزرنے پر غروبِ آفتاب کے وقت ہم نے ایک سفید جہاز اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کے وسط میں ایک سفید جھنڈا لگا تھا جس پر سرخ اژدہے کی تصویر بنی تھی۔

وہ جہاز ہمارے جہاز کے قریب آ کر ٹھیر گیا۔ پھر اس کے ڈیک

پر ہاورڈ دی کیپٹن نمودار ہوا جس نے بیٹری والے لاؤڈ اسپیکر پر کہا "میں الیگزینڈر کی طرف سے تمہارے لیے خیر سگالی کا پیغام لایا ہوں کیا تم لوگ رقم لائے ہو؟"

ہاک نے میری طرف ویسا ہی ایک ننھا سا لاؤڈ اسپیکر بڑھاتے ہوئے کہا "اب تمہاری باری ہے۔ اپنے کمالات دکھاؤ۔"

میں نے لاؤڈ اسپیکر پر جواب دیا "ہم رقم ساتھ لائے ہیں اور میزائل واپس لینا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم ہمارے جہاز پر آجاؤ۔" کیپٹن بولا۔

ہم لوگوں کے لیے اس سفید جہاز پر سے ایک چھوٹی سی کشتی لٹکا دی گئی۔ میں تینوں چینی لیڈروں کے ساتھ اس سفید جہاز پر پہنچ گئی۔ وہاں اس کیپٹن کے علاوہ تین چار آدمی مزید تھے۔ ان میں ٹرینگوار کے علاوہ میرے لیے کوئی شناسا چہرہ نہیں تھا۔ جہاز کے عرشے پر ایک لمبی سی چیز کینوس سے ڈھکی پڑی تھی۔

کیپٹن ہمیں ایک طویل و عریض کمرے میں لے گیا۔ وہاں ہمارے سامنے ٹھنڈی اور یخ شیمپین رکھی گئی۔ میں نے جام اٹھا کر ہلکی سی چسکی لی مگر چینی لیڈروں نے یہ دعوت قبول نہیں کی اور منہ بنائے بیٹھے رہے۔ میں نے پے درپے دو جام چڑھائے۔ شیمپین خوش ذائقہ اور سرور انگیز تھی۔ شراب نوشی کے دوران میں کیپٹن نے ایک بار پھر سوال کیا "تم لوگ رقم ساتھ لائے ہو؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور چینی رہنماؤں کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے وہ بیگ ان کے حوالے کر دیا۔

"اگر ہم اس رقم کو گن کر اطمینان کر لیں تو تم کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" کیپٹن بولا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ سب بیگ سمیت وہاں سے نکل گئے۔ پندرہ بیس منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی۔ کیپٹن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے کہا "رقم پوری ہے شریف آدمیو! اب اگر تم لوگ ڈیک تک چلو تو ہم تمہیں بھی اطمینان کرا دیں۔"

ہم سب ڈیک پر پہنچے تو اس لمبی سی چیز پر سے کینوس ہٹا دیا گیا۔ وہ چینیوں کا گمشدہ میزائل تھا۔ چینی لیڈروں نے اسے مختلف جگہوں سے دیکھ کر اپنا اطمینان کر لیا تو وہ میزائل کرین کے ذریعے ہمارے جہاز پر پہنچا دیا گیا۔ پھر ہم اسی کشتی کے ذریعے اپنے جہاز پر دوبارہ پہنچ گئے۔ ہاک نے میرے قریب آکر پوچھا "کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔"

"میری نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ تم کچھ مضطرب سی ہو۔"

"ہاں! معاملات چونکہ بے حد خوش اسلوبی سے طے ہو گئے ہیں

اس لیے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ پھر یہ بات ان لوگوں کو بھی معلوم ہو گی کہ ہم انہیں یہ رقم آسانی سے نہیں لے جانے دیں گے۔ مگر یہ بڑے اطمینان سے یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اس سے یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی حفاظت کا بخوبی بندوبست کر رکھا ہے۔"

"شاید انہیں یہ گمان نہ ہو کہ ہم ان کا پیچھا کر سکتے ہیں۔" ہاک بولا۔

"یہ ناممکن ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تمہاری تشویش سر آنکھوں پر،" ہاک بولا۔ "مگر میں انہیں اتنے اطمینان سے نہیں جانے دوں گا۔" اس نے ایک ننھے سے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر ساحل کے قریب و جوار میں کھڑی لانچوں اور موٹر بوٹوں کو حکم دیا کہ وہ سفید جہاز کا تعاقب کریں۔

تھوڑی دیر بعد میں نے تاریکی میں اطالوی، یونانی اور یوگوسلاوی موٹر بوٹس اس جہاز کی طرف بڑھتے دیکھیں۔ وہ سب کافی فاصلہ دے کر جہاز کا تعاقب کر رہے تھے۔ بذاتِ خود ہمارا جہاز آہستہ آہستہ آگے سرک رہا تھا۔

دفعتہً وہ سفید جہاز آگے جا کر خلیج کے وسط میں رک گیا۔ ہاک نے ٹرانسمیٹر پر ان موٹر بوٹس کو پھر کوئی حکم دینا چاہا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہریے!" میں نے کہا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے؟"

میں اس کے سوال کا جواب نہیں دے سکی۔ بس اندر سے کوئی چیز بے چین کر رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے میں نے دوربین اٹھا کر اس ساکت جہاز کو دیکھا۔ جہاز کا عرشہ سنسان پڑا تھا اور وہاں کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہم تذبذب میں اس طرف دیکھ رہے تھے کہ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور اس سفید جہاز سے نارنجی شعلے اٹھتے دکھائی دیے پھر بڑے بڑے سفید تختے سمندر میں اڑ اڑ کر گرنے لگے اور پے در پے دو تین دھماکے اور ہوئے۔

یہ واقعہ اس قدر حیران کن تھا کہ ہم اپنی جگہ پر منجمد رہ گئے سیکرٹ سروس کے چیف، ہاک کی ساکت نگاہ سفید جہاز پر جمی تھی اور اس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے ٹرانسمیٹر پر ان موٹر بوٹس کو حکم دینا شروع کر دیا کہ وہ آگے بڑھ کر جائزہ لیں۔ تھوڑی سی دیر میں اس جہاز کو گھیر لیا گیا۔ مگر ہمیں دور و نزدیک کوئی آدمی بھی اپنی جان بچاتا دکھائی نہیں دیا۔ صرف ٹوٹے ہوئے تختے اور گاڑھا گاڑھا تیل بہتا نظر آیا۔ چاروں طرف موجود بوٹس نے سرچ لائٹس جلا کر اچھی طرح سے جائزہ لیا مگر کوئی قابلِ ذکر چیز ہاتھ نہیں لگی۔

"یہ واقعہ تو بےحد حیرت انگیز ہے،" ہاک بڑبڑایا۔ "اتنی مصیبتیں اٹھانے کے بعد انہوں نے اپنے آدمیوں اور دو کروڑ ڈالروں کو کیوں اڑا دیا؟"

"مجھے یقین ہے کہ انہوں نے رقم تباہ نہیں کی ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اگر رقم اس دھماکے میں نہیں اڑی ہے تو سطحِ سمندر پر نوٹ کیوں نہیں دکھائی دے رہے ہیں؟"

"میں ابھی واضح طور پر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتی،" میں بولی۔ "تاہم مجھے یقین ہے کہ رقم اس پر سے اتار لی گئی ہے۔"

"مگر کیسے؟" ہاک نے الجھتے ہوئے کہا۔ "جہاز شروع سے آخر تک ہماری نگاہ کے سامنے رہا ہے۔ رقم کب ہٹا لی گئی؟"

"پتا نہیں،" میں نے کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس بات کا اندازہ انہیں بھی ہو گا کہ ہم انہیں گھیرے میں لینے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے رقم غائب کر دی اور جہاز تباہ کر دیا۔ جہاز اور اس کا عملہ ان کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔"

"یہ تو پاگل پن ہے،" ہاک بولا۔

"ہاں!" میں نے اعتراف کیا۔ "اس کیس میں ساری چیزیں دیوانگی اور پاگل پن پر استوار کی گئی ہیں۔"

"مگر رقم کہاں جا سکتی ہے؟"

"ابھی مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ لیکن میں اس کا سراغ لگا کر رہوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ بحیرہ اسود میں ہی کہیں نہ کہیں اس کا سراغ مل جائے گا۔"

ہاک اس سلسلے میں زیادہ پُر امید نہیں تھا مگر میرے ضد کرنے پر اس نے بحیرہ اسود میں موجود لانچوں اور موٹر بوٹوں کو حکم دیا کہ وہ میری ہدایت کے مطابق کام کریں۔ وہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ چھوڑ کر نیویارک چلا گیا۔ جہاں اسے جا کر صدرِ محترم کو رپورٹ پیش کرنا تھی۔

مجھے اس بحیرہ میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے دو روز گزر گئے تیسرے روز ایک یونانی لانچ نے اسپلیٹ کے شمال سے خبر دی کہ وہاں پر ایک بہت چھوٹی آبدوز دیکھی گئی ہے۔ ایسی آبدوز جس میں صرف ایک آدمی بیٹھ سکتا ہے

یہ اطلاع ملتے ہی میں نے وہاں پہنچ کر آبدوز کا معائنہ کیا اور ہاک کو ٹیلی فون پر بتایا کہ رقم اسی آبدوز کے ذریعے بحیرہ اسود سے نکالی گئی ہے۔ ہم سطحِ سمندر کو گھورتے رہے اور رقم آبدوز آپریٹر کے حوالے کر دی گئی۔ اس نے نہایت خاموشی سے آبدوز سمندر میں اتاری اور اسپلیٹ کے شمال پر لے کر کھڑی کر دی۔ راتوں رات وہ وہاں سے نکل کر کسی ہوائی جہاز میں بیٹھا اور اڑن چھو ہو گیا۔

ہاک نے یہ رپورٹ سن کر مجھے پیرس ہیڈ کوارٹر پہنچنے کی ہدایت کی۔ وہ مجھ سے سیکرو فون پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میں ہیڈ کوارٹر پہنچی

تو ہاک سے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر رابطہ قائم کرادیا گیا۔
اس نے کہا، وہ تمام جنونی جنہوں نے مختلف بڑے رہنماؤں پر ریوالور یا چاقو تان لیے تھے اور بعد میں خودکشی بھی کر لی تھی تازہ ترین تحقیق کے مطابق ایک خاص جگہ ضرور دیکھے گئے ہیں۔
"خاص جگہ؟" میں نے وضاحت طلب انداز میں کہا۔
"ہاں یہ تو تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ ان تمام حضرات کو یہ شکایت تھی کہ ان کا جسم فربہ ہو رہا ہے اور وہ اس سے پریشان ہیں۔"
"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"ان میں سے کم از کم چار افراد سوئٹزرلینڈ کے ایک چشمے پر اپنا علاج کرانے کی غرض سے ضرور گئے ہیں۔"
"یہ ایک اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔
"تم ٹھیک کہتی ہو۔" ہاک بولا۔ "مگر اس کو چیک کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس چشمے کے پانی میں کسی مفید دھات کی آمیزش بھی ہے۔"
"سوئٹزرلینڈ میں یہ چشمہ کس جگہ پر ہے؟"
"برن کے آگے پہاڑوں میں۔ اس کو صحت کا چشمہ کہتے ہیں اور یہاں فریڈرک بارچ نامی ایک ڈاکٹر لوگوں کا علاج کرتا ہے۔"
"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے سوئٹزرلینڈ کا ایک چکر لگا ہی لینا چاہیے۔"
"اب تم ایلسا سے کیسے پیچھا چھڑاؤ گی۔"
"میں اس سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ میں بزنس کے سلسلے میں برن جا رہی ہوں۔ وہ چاہے تو واپس نیویارک چلی جائے مجھے سو فیصد امید ہے کہ وہ واپس چلی جائے گی۔"
"بقیہ دونوں وان ایڈلر سسٹرز کی نگرانی ہمارے ایجنٹ کر رہے ہیں۔ ایلسا کے پیچھے میں مزید ایک ایجنٹ لگا دوں گا۔۔۔ تم سوئٹزرلینڈ پہنچو، میں تم سے وہاں بھی رابطہ رکھوں گا۔" اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔
میں نے ہوٹل پہنچ کر ایلسا کے سامنے برن کا نام لیا تو وہ اچھل پڑی۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا۔ اس نے بچوں کی طرح کہا۔ "جان جاناں! میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں اور میری بہنیں عموماً وہاں جاتی رہتی ہیں۔ برن کے قریب ہی ایک دھاتی پانی کا چشمہ ہے ہم لوگ وہیں ٹھہرتے ہیں۔"
"اس چشمے کا کیا نام ہے؟"
"اس کو صحت کا چشمہ کہتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "میں وہیں ٹھہر جاؤں گی، تم اپنے کاروباری معاملات سلجھاتی رہنا۔"
ہم اب تک سسپنس کا شکار تھے کہ وان ایڈلر سسٹرز کا اس کیس سے کوئی تعلق ہے کہ نہیں۔ مگر اس وقت شبہ سا ہوا تھا کہ شاید وہ مجرموں سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رکھتی ہے۔ میں نے اسی اندیشے کے تحت حامی بھر لی کہ وہ میرے ساتھ چلے۔
میں نے ہاک کو دوبارہ فون کر کے مطلع کیا کہ ایلسا بھی میرے ساتھ سوئٹزرلینڈ جا رہی ہے۔ اپنا سامان سمیٹ کر ہم اورلی ایئرپورٹ تک آئے وہاں ایلسا کا طیارہ تیار کھڑا تھا۔
جب ہم برن پہنچے تو کڑکتی سردی نے ہمارا استقبال کیا۔ ایلسا مجھے ایک سرائے تک لے گئی جہاں ہمیں دو کمرے مل گئے۔ اس نے کہا۔ "یہ ہم عموماً اسی جگہ ٹھہرتے ہیں۔"
سرائے نہ صرف یہ کہ کشادہ تھی بلکہ اس کے تمام کمروں میں آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ کمروں کو گرم رکھنے کے لیے لکڑی کی مشعلیں روشن کی گئی تھیں۔ ان میں کوئی ایسا محلول استعمال کیا جاتا تھا جس سے دھواں نہیں پیدا ہوتا تھا ورنہ میں یقیناً ناگواری محسوس کرتی۔
میرے کمرے کی ایک کھڑکی سے ایلسا نے وہ جگہ دکھائی جہاں چشمہ تھا اور لوگ حصولِ صحت کے لیے وہاں آتے تھے۔ وہ جگہ بلند و بالا عمارتوں سے گھری ہوئی تھی اور پہاڑوں کے قریب واقع تھی۔
ان پہاڑوں تک پہنچنے کے لیے دو کیبل کار اور دوسری طرف سے ایک سڑک بل کھاتی ادھر جاتی دکھائی دی۔ میں وہاں کھڑی دیر تک یہ سوچتی رہی کہ چشمے تک کیسے پہنچا جائے۔ خفیہ طریقے سے، کسی مہمان کی حیثیت سے یا ایلسا کے ذریعے۔
وان ایڈلر سسٹرز وہاں آتی رہتی تھیں چنانچہ اس علاقے میں ان کی سب سے شناسائی ہوگی اور وہ مجھے لے کر وہاں تک جا سکتی تھی مگر میں ابھی اس سے وہاں جانے کے لیے اشتیاق ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے خاموش رہ کر اس کی حرکات و سکنات نوٹ کرنا تھیں اور ان لوگوں سے اس کے تعلق کا سراغ لگانا تھا۔
مجھے چونکہ سب سے پہلے سیکرٹ سروس کے مقامی ایجنٹ سے ملنا تھا چنانچہ میں نے ایلسا کے دروازے پر دستک دے کر اسے مطلع کیا کہ میں سیر و تفریح کی غرض سے اکیلے باہر جا رہی ہوں تاکہ اس جگہ کو زیادہ سے زیادہ دیکھ سکوں۔
مقامی ایکس ایجنٹ ہانس مجھے ایک درزی کی دکان کے باہر ملا۔ ہاک نے اسے میرے بارے میں مطلع کر دیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں مارلین فلپ۔"
"میں صحت والے چشمے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ یہاں کبھی کوئی ہنگامہ ہوا ہو تو مجھے اس کی تفصیلات فراہم کرو۔ صحت گاہ کو کون چلاتا ہے؟ اور اسی قسم کی دوسری معلومات۔"
ہانس نے اثبات میں سر ہلایا اور مجھے دکان کے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر گئی تو اس نے صدر دروازہ مقفل کر دیا اور مجھے لے کر تہ خانے میں اتر گیا۔ تہ خانہ ساؤنڈ پروف تھا اور اس کی دیواریں

سے الماریاں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں سیکڑوں قسم کے کیمرے، ٹیپ، ٹیپ ریکارڈر، ٹیلی ٹائپ مشینیں اور ہر قسم کا اسلحہ بکھرا پڑا دکھائی دیا وہ ہر اعتبار سے واقعی کسی سیکرٹ ایجنٹ کی کمین گاہ معلوم ہوتی تھی۔

ہانس نے ایک الماری کھولتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے کہ اس چشمے کے بارے میں مجھے تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ بس اتنا معلوم ہے کہ تمام دنیا سے بیمار اشخاص وہاں آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر افراد متمول ہوتے ہیں۔ چونکہ میرے پاس ٹیلی اسکوپ لینس والا کیمرہ ہے، چنانچہ میں یہاں آنے جانے والوں کی فوٹو کھینچتا رہتا ہوں شاید ان سے تمہیں کوئی خاص بات پتا چل جائے۔

اس نے اپنے کیمرے سے کھینچی ہوئی تصاویر کا البم میرے سامنے کھینچ دیا۔ اس البم میں ہزاروں چھوٹے بڑے فوٹو تھے۔ البم کی ورق گردانی کرنے پر تینوں وان ایڈلر سسٹرز اور ان کی ماں کے فوٹو بھی دکھائی دیے۔

"یہ فوٹو تو میں دیکھ لوں گی" میں نے ہانس سے کہا "مگر بہتر ہو گا کہ تم مجھے چشمے کے حالات سے مطلع کرو، مجھے یہ بتاؤ کہ فریڈرک باپسچ کیسا آدمی ہے، جو اس صحت گاہ کو چلاتا ہے؟"

"صحت گاہ پر بہت زبردست پہرہ رہتا ہے، اور وہاں ہر ایک شخص نہیں جا سکتا ہے تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ میں بھی آج تک اس کے اندر نہیں گیا ہوں اور نہ ہی میرے پاس اس کی کوئی تصویر ہے ویسے اس کے اندر جانے کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی اس لیے میں نے کوشش ہی نہیں کی۔ اگر ہاک مجھے حکم دے گا تو شاید میں کوئی نہ کوئی ترکیب نکال لوں گا۔"

"اور ڈاکٹر فریڈرک کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟"

"ڈاکٹر فریڈرک باپسچ کبھی اپنی قیام گاہ سے باہر نہیں آتا ہے۔ وہ کئی سال پیشتر یورپ کے کسی ملک سے آ کر یہاں بس گیا تھا۔ اس چشمے کو اس نے زیارت گاہ کی سی حیثیت دے رکھی ہے اس کی پاکبازی کے قصے دور تک مشہور ہیں۔ ڈاکٹر پراسرار ضرور ہے مگر اس کا وجود تشویشناک نہیں ہے اس لیے کہ قانون کو اس نے آج تک کسی شکایت کا موقع نہیں دیا ہے۔ مقامی حکام تو ایک طرف رہے۔ انٹرپول میں بھی اس کا ریکارڈ صاف ہے۔"

"ہو سکتا ہے مجھے اس چشمے کے اندر جانا پڑے" میں نے کہا۔ "اس وقت میں تمہاری خدمات حاصل کر دوں گی۔ تمہیں میری معاونت کرنا پڑے گی۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں" اس نے جواب دیا "میں تمہیں ہر دم مستعد ملوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں چلتی ہوں" میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں تہ خانے سے اوپر آ گئے۔ اس نے دروازہ کھولا اور میں سڑک پر گشت کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھنے لگی۔ سہ پہر کا وقت تھا اور سڑک کے دونوں طرف واقع دوکانیں بند تھیں سرائے زیادہ دور نہیں تھی اس لیے میں پیدل ہی اس طرف چل پڑی دوکانوں میں سجی ہوئی خوبصورت اور پیاری پیاری چیزوں نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرا رکھی تھی۔ غالباً اسی لیے میں اس کار کی آواز نہیں سن سکی جو میرے عقب میں آ کر رکی تھی۔ شاید میں اس کے وجود سے بے خبر رہتی مگر ایک دوکان کے شیشے میں وہ تاریک کار اور اس سے اترنے والے پانچ آدمی مجھے دکھائی دیے تو میں چونک پڑی۔ وہ پانچوں کار سے اتر کر میری طرف بڑھے تھے۔

میں نے تیزی سے اپنے ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر میں اسے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ پانچوں اچانک ہی مجھ پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ مجھ پر گھونسوں، مکوں اور لاتوں کی بارش ہونے لگی۔ میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا کیا۔ آنکھیں بند کر کے لہرائی اور سڑک پر گر گئی۔

"چلو اس کے تو ہوش ٹھکانے آ گئے" ان میں سے ایک بولا "آؤ اب اسے جلدی سے گاڑی میں ڈال دیں۔"

دو آدمیوں نے مجھے شانے سے اور دو نے مجھے ٹانگوں کی طرف سے پکڑ کر اٹھایا اور ڈنگا ڈولی کرتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھے۔ پانچواں آدمی فاصلے سے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

جب وہ کار سے کچھ دور رہ گئے تو میں نے اپنی لاتیں ان دونوں پر جمائیں جنہوں نے مجھے ٹانگوں سے پکڑ رکھا تھا۔ دونوں چیختے ہوئے سڑک پر گرے۔ انہوں نے اپنے چہروں پر ہاتھ رکھ لیے تھے، ٹانگیں چھوٹیں تو میں ایک جھٹکے سے نیچے آ رہی پھر ان دونوں کی گرفت سے چھوٹنا کوئی مشکل نہ ہوا جنہوں نے میرے شانے تھام رکھے تھے۔ وہ میرے اس طرح ہوش میں آنے پر بہت حیران ہوئے میں نے ان کی لمحاتی حیرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے بے محابہ دوڑ پڑی۔

پانچواں آدمی جو ہمارے پیچھے آ رہا تھا اس نے ریوالور نکال کر فائر کیا۔ گولی میرے کان کے قریب سے گزری میں نے اپنا ریوالور نکال اس آدمی پر جوابی فائر کیا۔ اس نے ایک چیخ ماری اور اوندھے منہ اس سڑک پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ باقی چاروں آدمیوں نے ادھر ادھر پھیل کر مختلف پوزیشنیں سنبھال لیں۔ ایک تو عمارت کے دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔ دو پتلی گلی کے نکڑ پر چلے گئے۔ جب کہ چوتھا کار کے عقب میں چھپ گیا۔

مجھے ابھی تک ایسی کوئی جگہ دکھائی نہیں دی تھی، جہاں میں چھپ سکتی۔ وہ چاروں مجھ پر فائرنگ کر رہے تھے میں نے ایک دوکان کے دروازے پر ٹھہر کر اس شخص کی ٹانگوں پر دو فائر

کیے جو کار کے عقب میں چھپا ہوا تھا۔ اپنے ساتھی کی مانند وہ بھی ایک دردناک چیخ مار کر تڑپنے لگا۔

باقی تینوں اب بھی فائرنگ کر رہے تھے۔ میرے لیے کوئی راہ فرار نہیں تھی۔ سوئٹزرلینڈ کے پرامن خطے میں دھماکے ہو رہے تھے اور کوئی ان پہ کان نہیں دھر رہا تھا۔ شاید وہاں کے امن پسند باسیوں نے اس ٹھائیں ٹھوئیں کے درمیان کودنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

مجھے جلدی ہی کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ اگر وہ اپنی کار میں بیٹھ کر میری طرف دوڑ پڑتے تو میں وہیں اچھلتی کودتی رہ جاتی اور میرا جسم گولیوں سے چھلنی ہو جاتا۔ تینوں نے پھر ایک ساتھ فائر کیے۔ میں نے تیزی سے بیٹھ کر خود کو ان گولیوں سے بچایا... بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ میں پہلے ہی سے خطرے کا احساس کر کے بیٹھ گئی تھی مگر خطرہ ابھی ٹلا نہیں تھا اور وہ سب میرے سر پہ سوار تھے۔

میں نے ناچار پلٹ کر دوکان کے تالے پر فائر کیا۔ اس کا تالا کھل گیا۔ میں بھرا مار کر اندر چلی گئی۔ وہ کھلونوں کی دوکان تھی۔ مجھے ہر قدم پر مردہ بھالو، شیر اور چیتے ملے۔ مگر میں نے کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ متعدد گڑیوں نے مجھے دیکھ کر آنکھیں جھکائیں۔ لیکن موت میرے تعاقب میں تھی اس لیے میں ان سے محظوظ نہ ہو سکی۔ ان کاریگروں کی صناعی پر داد نہ دے سکی جنہوں نے اتنے دلکش اجسام تخلیق کیے تھے۔

میں دوکان کے پچھلے حصے میں گئی تو وہاں ایک عقبی دروازہ ملا۔ دروازہ کھول کر میں گندی گلی میں آگئی اور وہاں سے بچتی بچاتی عمارتوں کی آڑ لیتی سرائے کی طرف بھاگی۔ اس دوران میں میں نے پولیس کی گاڑیوں کی آواز بھی سنی تھی۔

جس وقت میں سرائے میں داخل ہوئی، مجھ پر کسی نے توجہ نہیں کی تھی۔ میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر طاقتور لینز والی دوربین اٹھائی اور چشمے کی طرف جانے والی واحد سڑک کا جائزہ لینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے وہ سیاہ کار اسی جانب جاتی دکھائی دی۔ ہر چند کہ مجھے پہلے ہی شبہ تھا مگر میں اس کی تصدیق کرنا چاہتی تھی۔

اس حادثے نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ میں چشمے میں دلچسپی رکھتی ہوں اور ادھر جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ مجھے اس وقت جبراً روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن ان پانچوں افراد کو یہ کیسے خبر ہو گئی تھی کہ میں برن میں موجود ہوں؟ کیا ایلسا کے ذریعے؟ شاید... مگر اس موضوع پر تو میں نے ہانس سے بھی گفتگو کی تھی۔ تو پھر کیا وہ دشمنوں سے ملا ہوا ہے؟ یہ بھی ممکن تھا... بلکہ اس معاملے میں ہر ایک انہونی متوقع تھی۔

"جانِ جاناں!" ایلسا نے پکارا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ اندرونی دروازے پر کھڑی مجھے تک رہی تھی۔ "تم کب واپس آئیں۔"

میں اس دوران میں پھرتی سے اپنا لباس تبدیل کر چکی تھی اور

اب تک بڑی حد تک اپنی جسمانی ابتری پر قابو پا چکی تھی۔ میں نے جواب دیا۔ "میں صرف دو منٹ قبل واپس آئی ہوں۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "لی آج میں تمہیں حیران کرنے کا تہیہ کر چکی ہوں۔"

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے درمیانی دروازہ پوری طرح سے کھول دیا تھا۔ دوسری طرف وان ایڈلر سسٹرز کھڑی تھیں۔ ان کی ماں کے علاوہ تینوں کے جسموں پر ایک جیسا لباس اور ایک ہی جیسے زیورات تھے۔

تینوں ایک دوسرے کا آئینہ تھیں اور ان میں سرمو فرق نہیں تھا۔ میں ششدر رہ گئی۔ ان میں سے کون ماریا تھی اور کون ایلسا، میں یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھی۔

ان میں سے ایک نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "لی اینڈرسن تم بہت شرارتی ہو۔ تم نے سوچا تھا کہ تم ایلسا کے ساتھ گھومتی پھرو گی اور ہمیں ہوا بھی نہیں لگنے دو گی مگر ہم قیامت تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے... ایک بات اور ہے... ہم تمہیں یہ بھی نہیں بتائیں گے کہ ایلسا کون ہے اور ماریا کون ہے؟"

"تم سب ہی خوبصورت، دلکش اور جان لیوا ہو۔ میں تو تم میں سے کسی نہ کسی کا ساتھ چاہتی ہوں۔ چاہے ایلسا ہو یا ماریا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تو سیر و تفریح کی شوقین ہوں اور زندگی کے ان رواں لمحوں سے اپنے حصے کی خوشیاں نچوڑنا چاہتی ہوں... ان لمحوں میں میرے ساتھ تم میں سے کوئی بھی قتالہ ہو سکتی ہے۔"

یہ سن کر تینوں نے ایک ساتھ تبسم کیا۔ ان کے مسکرانے کا انداز بھی حیرت انگیز طور پر مماثل تھا۔ پنکھڑیوں کی مانند کھلے ہوئے ہونٹ اور ایک ہی جیسے موتیوں کی مانند دانت۔ میں بہ یک تینوں پر فدا ہو گئی۔

میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ تینوں مجھے چشمے کی طرف جانے سے روکنے کے لیے آئی ہیں یا اس طرف لے جانے میں میری مدد کریں گی۔

اس وقت تو انہوں نے چشمے، صحت گاہ یا ڈاکٹر باسچ کے متعلق کوئی بات نہیں چھیڑی بلکہ مجھ سے نہایت دل نواز انداز میں سرائے کے ڈائننگ ہال میں چلنے کی فرمائش کی۔ میں بھی اس بھاگ دوڑ کے بعد اپنی آنتیں کھلی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔ اس لیے ان کے ساتھ چلنے پر رضامند ہو گئی۔

ڈائننگ ہال میں بیٹھنے پر معلوم ہوا کہ وان ایڈلر سسٹرز وہاں بھی بیحد مقبول ہیں۔ وہ سب کی نگاہوں کا مرکز تھیں اور ہر شخص ان کی قربت حاصل کرنے کا تمنائی تھا۔ وہ سب ایک ہی جگہ بیٹھنے کے بجائے چار مختلف میزوں پر بیٹھ گئیں۔ اپنے چاہنے والوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر انہوں نے مجھے وقتی طور پر نظر انداز کر دیا تھا۔

فی الوقت پیچھا چھوٹنے سے میں بھی مطمئن تھی۔ میں اس وقت کچھ سوچنا چاہتی تھی اور میرے حق میں یہی بہتر تھا کہ وہ مجھ سے دور رہیں۔

ابھی ہمیں وہاں بیٹھے آدھ گھنٹہ ہوا تھا کہ ڈائننگ ہال میں یکلخت خاموشی چھا گئی اور ہر شخص ایک خاص سمت میں دیکھنے لگا۔ میں نے بھی چونک کر اس طرف دیکھا۔

ڈائننگ ہال میں ایک بیحد دلکش اور رعنا لڑکی داخل ہو رہی تھی۔ وان ایڈلر سسٹرز کا حسن اس کے سامنے ماند پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ نووارد لڑکی غنچۂ نو شگفتہ تھی تو وان ایڈلر بہنیں باسی پھول۔

وہ نووارد لڑکی آ کر ایک میز پر تنہا بیٹھ گئی۔ اس کے بالوں کے ساتھ ساتھ اس کی جلد کا رنگ بھی سنہری تھا۔ اس نے گہری کاٹ کے گریبان کا فراک پہن رکھا تھا۔ اس کا سنہری شباب اس میں سے چھلکا پڑتا تھا۔ گولائیاں اسی قدر سنہری تھیں کہ گمان ہوتا تھا ان پر سنہری رنگ کیا گیا ہے۔

ہال میں اٹھنے والے قہقہے، سریلی چیخیں اور سرگوشیاں پھر معمول پر آ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک کروڑ پتی نوجوان نے اٹھ کر اعلان کیا کہ اس کی رہائش گاہ پر ایک محفل منعقد ہونے والی ہے اور وہ تینوں وان ایڈلر سسٹرز کو اپنا مہمان بنانا چاہتا ہے۔

تینوں بہنوں اور ان کی ماں نے اس کے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کی اور مجھ سے بھی چلنے کو کہا۔ میں نے مناسب لفظوں میں ان سے معذرت کر لی۔

ان کے جاتے کے بعد گویا ہال کی رونق ختم ہو گئی۔ ایک ایک کر کے دوسرے افراد بھی وہاں سے اٹھ گئے۔ میں اس پر اسرار ڈاکٹر باسچ اور اس کی صحت گاہ کے خیالوں میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ مجھے اپنے گرد و پیش کا بھی خیال نہ رہا۔

کچھ دیر بعد میں نے شراب کی نئی بوتل کا آرڈر دیا۔ بیرے نے بوتل سجائی تو اس کے ساتھ ہی کاغذ کی ایک چٹ میرے حوالے کر دی۔ میں نے اس کی طرف استفہامیہ نگاہ سے دیکھا تو اس نے سنہری لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ان خاتون نے دیا ہے۔"

میں نے تحریر کی طرف دیکھا۔ ہاتھ سے چند سطریں گھسیٹی گئی تھیں۔ "برائے مہربانی مجھ سے ملیے، میں فوری آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

لفظ فوری کے نیچے لائن کھینچ کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا تھا۔ میں نے دائیں جانب نگاہ گھمائی تو لڑکی کو اپنی ہی طرف دیکھتے پایا۔ اس نے خفیف سا سر ہلا کر یہ ظاہر کیا کہ وہ تحریر اسی کی ہے۔

میں اس کی میز کی طرف بڑھی تو اس نے کہا۔ "مس لی اینڈرسن میرا نام سوزی بنیلے ہے اور میں صحت گاہ میں کام کرتی ہوں۔ برائے مہربانی میرے متعلق کسی بدگمانی کو دل میں جگہ مت دیجیے گا۔ میں فلرٹ

کرنے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔"
"پھر؟" میں نے پوچھا۔
"میں آپ سے ایک بہت اہم معاملے پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں"
اس نے گردوپیش پر نگاہ ڈال کر کہا۔"میرا خیال ہے کہ یہاں کا ماحول
اس گفتگو کے لیے نامناسب ہے۔ ہم یہاں لوگوں کی نگاہ میں آ
جائیں گے۔ کیا خیال ہے ہم آپ کے کمرے میں نہ چلیں؟"
"میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی۔" میں نے جواب دیا۔
"تو پھر پہلے آپ اپنے کمرے کی طرف چلیئے۔۔ میں کچھ وقفے
سے آتی ہوں۔"
میں نے اسے اپنے کمرے کا نمبر بتایا اور ٹہلتی ہوئی اوپر
چلی گئی۔ وہ پلان کے مطابق کچھ دیر بعد میرے کمرے میں آگئی۔
اس نے کھڑکی میں سے صحت گاہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔"میں اس
جگہ کام کرتی ہوں۔"
"مس سوزی منیلے آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" میں نے مودبانہ
لہجے میں پوچھا۔"میں ابھی تک نہیں سمجھی۔"
"میں خود بھی واضح طور پر نہیں بتا سکتی کہ میں کیا کہنا چاہتی
ہوں، مس للی ایڈمنڈ۔" اس نے تذبذب لہجے میں کہا۔"مگر آپ
کے بارے میں کچھ سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔ اسی لیے میں آپ کے
پاس آگئی ہوں۔ میں آپ سے واقف نہیں ہوں اور نہ ہی یہ جانتی
ہوں کہ آپ صحت گاہ کے چشمے میں کیوں اتنی دلچسپی لے رہی ہیں
تاہم میں آپ کو مطلع کرنا چاہتی ہوں۔"
"کس بات سے مطلع کرنا چاہتی ہیں؟"
اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔"میں گزشتہ کئی سالوں
سے صحت گاہ میں کام کر رہی ہوں اور مریضوں کے لیے مناسب غذا
تجویز کرتی ہوں۔۔ مگر ان دنوں وہاں کا ماحول کچھ عجیب سا ہو گیا ہے
میں الجھن محسوس کرنے لگی ہوں۔"
"عجیب سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"میں بہتر طور پر اس کی وضاحت بھی نہیں کر سکتی۔" اس نے
جواب دیا۔"آج کل وہاں حد سے زیادہ رازداری برتی جا رہی ہے۔ لوگ
ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں گفتگو کرنے لگے ہیں۔ راتوں کو
پراسرار افراد کی آمد جاری رہتی ہے۔ صحت گاہ کے چپے چپے پر سیکیورٹی
گارڈ کھڑے رہتے ہیں۔ یہ گارڈ عام لباس میں ہوتے ہیں اس لیے
مہمان انہیں شناخت نہیں کر پاتے۔ آپ کا نام بھی سرگوشیوں میں
سنائی دیتا ہے۔ آج جب میں نے پانچ آدمیوں کو باہر جاتے اور
ان میں سے دو کو مردہ واپس آتے دیکھا تو میں چونکی۔ وہ آپ کا
نام لے کر برہمی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے متعدد ہوٹلوں اور
سراؤں میں فون کر کے آپ کے متعلق پوچھا تو آپ یہاں ملیں۔
میں یہاں دوڑی چلی آئی تاکہ آپ کو ان لوگوں کے پنجے میں کودنے
سے باز رکھ سکوں۔"
میں نے اس سے صحت گاہ کے بارے میں متعدد سوالات
کیے۔ مگر اس کے جوابات سے کوئی مفید معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ دوران
گفتگو اس نے اپنی کلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور چونک کر بولی۔"او فوہ!
اس وقت تو بارہ بج رہے ہیں۔ مجھے باتوں کے دوران میں خیال ہی
نہیں رہا۔ میرے لیے تو اب مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ میں اس وقت
واپس جاؤں گی تو وہ لوگ سوالات کر کے میری ناک میں دم کر دیں گے۔۔
کیا آپ مجھے اپنے ساتھ ٹھہرنے کی اجازت دیں گی؟"
"آپ شوق سے میرے ساتھ ٹھہر سکتی ہیں۔" میں نے اپنے ڈبل
بیڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔"یہاں کافی گنجائش ہے۔"
اس نے باتھ روم میں جا کر اپنا لباس تبدیل کیا اور ایک ہلکے،
سے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس واپس آگئی۔ میں نے اس وقت کمرے کی بتیاں
بجھا دی تھیں۔ کھڑکی سے چاندنی آ رہی تھی۔ وہ جب اس دودھیا
عکس میں سے گزری تو اس کے جسم کا سنہری پن دوبالا ہو گیا۔ میں نے
اپنی زندگی میں اتنی حسین عورتیں بہت کم دیکھی تھیں۔
میں نے اپنے لانگ بوٹ اتار کر ایک طرف پھینکے اور پھر جسم
کو ڈھیلا چھوڑ کر چادر تان لی۔ وہ میرے برابر آ کر لیٹ گئی۔
میں نے سونے کی غرض سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی
دیر بعد سوزی نے کروٹ بدلی اور مجھ پر آ رہی۔ میں اس حرکت کا
مطلب بخوبی جانتی تھی مگر جان بوجھ کر انجان بنی رہی۔ اس نے
میرے لب و رخسار پر بوسوں کی بارش کر دی۔ میرا انگ انگ سلگ اٹھا
جب ضبط کا یارا نہ رہا تو میں نے اس کی کمر میں اپنے بازو حمائل کر دیے
دفعتاً سوزی نے میری گردن پر ایک خاص انداز سے ہاتھ پھیرا
مجھے ہلکی سی سوزش کا احساس ہوا۔ شاید میں اسے نظر انداز کر دیتی مگر
سوزش دو چار لمحوں کے بعد ناقابل برداشت ہو گئی میرا جسم سنسنانے
لگا اور آنکھوں میں تاریکی سمٹ آئی۔
جب تاریکی چھٹی تو میں نے دھندلاہٹ محسوس کی ایک تیز
روشنی براہ راست میری آنکھوں پر پڑ رہی تھی۔ میری جسمانی حالت
بہتر نہیں تھی۔ میں نے اپنا جسم کانپتا محسوس کیا تھا۔ میں نے اپنے
ہاتھوں اور پاؤں کو حرکت دینا چاہی مگر یہ بھی ممکن نہ ہوا۔
بتدریج میرے حواس قائم ہوئے اور بینائی میں اعتدال پیدا
ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک سفید کمرے میں پایا۔۔۔ ایسا کمرہ جو
کسی ہسپتال میں ہوتا ہے۔ وہ تیز روشنی چھت سے میری آنکھوں پر
پڑ رہی تھی۔ ایک ریفلیکٹر میں متعدد سرچ لائٹ لگی تھیں اور وہ
ریفلیکٹر میرے جسم پر روشنی پھینک رہا تھا۔ میرے ہاتھ اور پاؤں چمڑے
کے تسموں سے جکڑے ہوئے تھے۔
میں نے قوت لگا کر اپنے حلق سے آواز نکالی مگر کمرے میں
بیحد ہلکی سی آواز گونج کر رہ گئی۔ بہرحال اس کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ سب

میری طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ تعداد میں چار تھے اور انہوں نے اسپتال میں کام کرنے والے آدمیوں کی مانند سفید لبادے پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو نے میرے سرہانے بستر کی کوئی کل گھمائی اور میرا بستر سرہانے سے قدرے اٹھ گیا۔

اس طرح سے بیٹھنے پر مجھے کمرے میں موجود مزید دو افراد دکھائی دیے۔ ان میں سے ایک تو سنہری بالوں والی قتالہ سوزی ہنیلے اور ایک دوسرا سفید بالوں والا بگلا تھا... نامعلوم اسے دیکھ میرے ذہن میں بگلے کا تصور کیوں آیا تھا۔ اس کے سر کے بال ہی سفید نہیں تھے بلکہ وہ سرتاپا سفید کپڑوں میں ملبوس تھا اس کے دستانے اور موزے تک بے رنگ تھے۔ اس کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی اور وہ ایک وھیل چیئر میں بیٹھا تھا میں نے محسوس کیا تھا کہ اس وقت صحت گاہ میں ہوں اور وھیل چیئر پر بیٹھا ہوا بوڑھا ڈاکٹر فریڈرک ہاپسچ ہے۔

ڈاکٹر نے مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر وھیل چیئر کو جنبش دی اور میرے قریب پہنچ کر مسکرایا۔ اس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر ایک سرد مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ سوزی ہنیلے مجھے چند لمحوں تک گھورتی رہی مگر دوسری جانب مڑ گئی۔

ڈاکٹر ہاپسچ بولا ”میں تمہیں اس صحت گاہ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔“ اس کا لہجہ جرمنوں جیسا تھا ”مگر یہاں رہ کر تمہاری صحت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ مارلین فلپ!“

میں چونک گئی۔ اس نے مجھے شناخت کر لیا تھا میں نے اپنی رہائی کے لیے جدوجہد کی مگر یہ سب لاحاصل رہا۔

ڈاکٹر نے پرسکون لہجے میں کہا ”اس جدوجہد سے کوئی فائدہ نہیں ہے مارلین فلپ! تم یہاں آنے کے لیے پریشان تھیں تو اب گھبراہٹ کیسی؟“

وہ اپنی وھیل چیئر کو ہٹا کر پیچھے لے گیا اور پھر اس نے چاروں افراد کو اشارہ کیا کہ وہ مجھے اوپری منزل پر لے چلیں۔ ان چاروں افراد نے میرے بستر کو دھکیلا اور مجھے ایک لفٹ میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد میں ایک اور وسیع و عریض کمرے میں موجود تھی۔ کمرے کے بجائے اسے شیشے کا گھر کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کمرے کے در و دیوار اور فرش تک شیشے کا تھا۔ اس کی شفاف دیواروں سے پورا سوئٹزرلینڈ دکھائی دے رہا تھا میں ایک لمحے کے لیے مسحور ہو کر رہ گئی۔ مشرقی افق سے سورج دھیرے دھیرے اوپر اٹھ رہا تھا۔ اور پہاڑوں کی برف چمک رہی تھی۔ طائر لاہوتی لمبی لمبی ڈاروں کی شکل میں منجمد جھیلوں پر محو پرواز تھے۔

مگر میں اس منظر سے زیادہ دیر تک محظوظ نہیں ہو سکی اس لیے کہ کمرے میں ایک طرف رکھا ہوا کمپیوٹر گونجدار آواز میں شور مچانے لگا تھا۔ کمرہ ہر چند کہ ساؤنڈ پروف تھا مگر اس کی آواز سماعت تک پہنچ رہی تھی اور قدرے ناگوار بھی گزر رہی تھی۔

ڈاکٹر نے اشارہ کیا اور وہ چاروں آدمی کمرے سے نکل گئے۔ سوزی نے میرے بستر کے قریب پہنچ کر ایک اور کل دبائی تو میرا بستر اس انداز میں مڑ گیا کہ میں نے اپنے آپ کو کرسی میں بیٹھا محسوس کیا ہو سکتا ہے وہ پہلے کرسی ہی رہی ہو اور بعد میں پھیل کر بستر بن گئی ہو۔

”مارلین فلپ!“ ڈاکٹر ہاپسچ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا ”تم عرصے سے جس چیز کی تلاش میں سرگرداں تھیں وہ یہ ہے۔“ اس نے کمپیوٹر کی طرف اشارہ کیا ”تم یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ لوگ اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالتے ہیں اور یہ سب کس کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ تو آج جان لو کہ ان کی دیوانگی میں اسی کمپیوٹر کا ہاتھ ہے۔“

میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ کسی کمپیوٹر کی مدد سے لوگوں کا دماغ کس طرح سے خراب ہوتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا ”تم کون ہو اور یہ سب کیسے ممکن ہے؟“

ڈاکٹر اپنی کرسی لے کر کچھ پیچھے ہٹ گیا میں نے پہلی بار محسوس کیا تھا کہ اس کی کرسی پر تیکنیکی آلات کی بھرمار ہے۔ کرسی کو حرکت دینے کے لیے اسے صرف چند بٹن دبانا پڑتے ہیں۔

”میں اپنا تعارف کرانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔“ اس نے کہا ”تم میرے اصلی نام سے کچھ کچھ اندازہ کر لو گی۔ میرا نام فیلکس وان ایڈلر ہے... او ہو... تمہاری آنکھوں میں پیدا ہونے والی ایک خاص چمک سے پتا چلتا ہے کہ مارلین کہ تم میری بیوی اور تینوں بچیوں سے آشنا ہو.. مگر میری کہانی میں ان کا کردار بہت مختصر ہے۔“

اس نے توقف کے بعد دوبارہ کہا ”مارلین فلپ! حالانکہ تم اس وقت جسمانی طور پر میرے قابو میں ہو اور تھوڑی دیر بعد ذہنی طور پر بھی میرے طابع ہو جاؤ گی۔ تاہم میں اس سے پہلے بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب گورکھ دھندا کیا ہے۔ تم جیسی ذہین اور فطین عورت کو میں اپنا منصوبہ اس لیے بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھے ان کارناموں پر داد دے سکو۔ تم جیسی ذہین شخصیت سے اپنے لیے تحسین آمیز الفاظ سن کر مجھے خوشی ہو گی۔ ورنہ میری اس عظیم ایجاد کی حیثیت اس مجسمے جیسی ہو جائے گی۔ جس کو کسی سنگتراش نے بڑی کاوشوں سے ڈھالا ہو مگر کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا روادار نہ ہو۔“

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس دیوانے سائنس داں کی ذہنی حالت سے میں بخوبی آگاہ ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر فلیکس وان ایڈلر نے بتایا کہ وہ جرمنی کے مشہور سائنسدانوں میں سے ایک ہے۔ جرمنی کا ڈکٹیٹر اڈولف ہٹلر اس کی ایجادات میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ ایک زمانے میں اس نے جانوروں کا دماغ کنٹرول کرنے کے لیے بیس یا چالیس تجربات کیے تھے۔

اس نے کہا ”مجھے ان تجربات میں بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی۔ فیوہرر نے میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے حکم دیا کہ میں ان

تجربات کا دائرہ کار وسیع کروں اور یہ تجربات جانوروں کے علاوہ انسانوں پر بھی کروں مگر وقت نے مجھے مہلت نہ دی۔ دوسری جنگِ عظیم میں اتحادیوں نے جرمن کو شکست دے دی۔ برلن کے جس مقام پر میں اپنے تجربات کر رہا تھا وہاں بڑی تباہی پھیلی۔" اس اپنی کرسی قدرے پیچھے ہٹا کر طویل اور افسردہ سی سانس لی۔ پھر اس نے ایک بٹن کو دبایا تو اس کے دونوں ہاتھ بازوؤں سے علیحدہ ہو کر گر پڑے۔ اس کے دونوں بازو مصنوعی تھے۔" اس حملے میں میرے دونوں بازو ناکارہ ہو گئے۔" اس نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

اس نے مزید بتایا کہ جب روسی برلن تک پہنچے تو اسے اٹھا کر روس لے گئے۔ وہ اس کے نام اور اس کے کارناموں سے آگاہ تھے۔ انہوں نے اس کے لیے مصنوعی بازو بنا دیے تاکہ وہ اپنے تجربات مکمل کر سکے۔

اس نے ایک اور سرد آہ بھر کر کہا "مگر روسی بھی اس بات پر فکر مند رہتے تھے کہ میں وہاں سے فرار نہ اختیار کر لوں۔ اس لیے انھوں نے مجھے اس انداز میں ناکارہ کر دیا۔"

اس نے اپنے جسم کی کسی کل کو حرکت دی تو اس کی دونوں ٹانگیں علیحدہ ہو کر گر پڑیں۔

مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ اس وقت میرے سامنے ایک عجیب الخلقت شخص بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں میرے سامنے پڑے تھے اور وہ دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر فیلکس نے اپنی کرسی کو بے مقصد کمرے میں ادھر اُدھر دوڑایا اور دیوانوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے بتایا کہ جب روس اور چین میں باہمی ربط وضبط بڑھا اور چینیوں کی آمد روس میں شروع ہوئی تو وہ ایک چینی رہنما کو دوست بنا کر روس سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں ایک علیحدہ ڈبے اور جسم ایک علیحدہ ڈبے میں روس سے اسمگل کر دیا گیا۔ روس میں قیام کے دوران ننھے ننھے ٹرانسسٹر اور کمپیوٹر ایجاد ہونے گے۔

ڈاکٹر بولا: "کمپیوٹر بذاتِ خود ایک بہترین دماغ ہوتا ہے اور سیکڑوں چھوٹی بڑی یادداشتیں محفوظ رکھتا ہے۔ میں نے ان تجربات کے دوران میں سوچا کہ کیوں نہ میں انسانی دماغ میں ایسا ہی کوئی ننھا سا ٹرانسسٹر رکھ کر اسے کمپیوٹر سے کنٹرول کروں لیکن دشواری یہ تھی کہ اب تک اس ٹرانسسٹر کو انسانی دماغ میں رکھنے کا طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مگر چین پہنچ کر یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ وہ لوگ سوئیوں سے اپنے مریض کے جسم میں دوا پہنچاتے ہیں اور اپنے اس حیرت انگیز علاج کو... آکو پنکچر کہتے ہیں۔ میں نے انہی سوئیوں سے وہ ٹرانسسٹر لوگوں کے دماغوں میں پہنچانے کا طریقہ دریافت کر لیا۔ اس کا پہلا شکار میں نے اسی رہنما کو کیا اور کمپیوٹر سے اس کے دماغ میں یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھے سوئٹزرلینڈ پہنچا دے۔ بدقسمتی سے وہ چینی رہنما وطن واپس جاتے ہوئے راستے میں ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ سوئٹزرلینڈ پہنچ کر میں نے اپنی بیوی کی تلاش شروع کی۔ ارسلا مجھے ملی تو اس کی تین بچیاں ہو چکی تھیں۔ اس نے دنیا کے مختلف حصوں میں گھوم پھر کر میری صحت گاہ کے لیے فنڈ اکٹھا کیا۔ مگر اپنی بچیوں پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں ان کا باپ ہوں حالانکہ وہ میرے مفاد میں کام کر رہی ہیں مگر انجانے پن میں۔ ان کی ماں انہیں نہایت دانشمندی سے کنٹرول کر رہی ہے۔ اس صحت گاہ کے بارے میں میں نے عجیب وغریب پبلسٹی کی اور دنیا بھر کے مشہور ترین آدمیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنا علاج کرانے یہاں آئیں۔ میں ان کو زیرِ اثر رکھنے کے لیے ان کے دماغ میں ٹرانسسٹرز رکھتا رہا اور انہیں کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کرتا رہا۔"

ڈاکٹر اپنی تعریف میں رطب اللسان تھا اور میں خاموش بیٹھی اس کا منہ تک رہی تھی۔ میڈیکل سائنس کی رُو سے اس نے واقعی ایک ناقابلِ یقین اور عجیب کارنامہ انجام دیا تھا... مگر دنیا کو اپنے تابع کرنے کے شوق میں وہ ہوشمندی کا دامن چھوڑ بیٹھا تھا۔ اس کی حیثیت میرے نزدیک محض ایک دیوانے کی سی تھی۔

ڈاکٹر باسح شاید خیالات پڑھنے کا بھی ماہر تھا۔ اس نے زہرخند کے ساتھ کہا "تمہیں غالباً میری باتوں پر اعتبار نہیں آیا ہے اور تم مجھے پاگل سمجھتی ہو۔" وہ اپنی کرسی کمپیوٹر کے قریب لے گیا۔ پھر اس نے فخریہ انداز میں کہا "تم دنیا کی پہلی خوش قسمت خاتون ہو جسے میں اس ایجاد سے متعارف کرا رہا ہوں... لو غور سے سنو۔" اس نے سوزی ہنیلے کو اشارہ کیا تو اس نے کمپیوٹر کا ایک بٹن دبایا کمرے میں صدرِ امریکا کی آواز گونجنے لگی اور میں حیرت سے اچھل پڑی۔

صدر اس وقت روسی اور چینی رہنماؤں سے کوئی اہم گفتگو کر رہے تھے۔ ڈاکٹر باسح نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میرے ٹرانسسٹرز کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کیے جاتے ہیں اور جس شخص کے دماغ میں یہ ٹرانسسٹر ہوتا ہے وہ مکمل طور پر میرے تابع ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گرد و پیش میں ہونے والی تمام گفتگو بھی مجھ تک منتقل کر دیتا ہے... ٹرانسسٹرز ریسیور کی حیثیت سے بھی کام کرتے ہیں۔ میں دنیا میں ہونے والے حالات واقعات سے پل پل آگاہ رہتا ہوں۔ ایک اعلیٰ امریکی عہدیدار کے دماغ میں یہ ٹرانسسٹر فٹ ہے جس کے ذریعے میں تمہارے محترم صدر کی آواز یہاں پر سن رہا ہوں۔"

اس وقت مجھ پر عقدہ کھلا کہ ڈاکٹر باسح میری حرکات و سکنات سے کس طرح فوری واقف ہو جاتا تھا۔ اس نے لازماً ایجنٹ نیڈولن اور دوسرے ایجنٹوں کے دماغوں میں ٹرانسمٹر فٹ کر رکھے ہوں گے۔

"اب مجھے دنیا پر قبضہ کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا؟" ڈاکٹر باسح نے گونجدار آواز میں کہا۔ "میرے آدمیوں نے میرے کہنے پر خودکشی کی ہیں تاکہ دنیا کو میری قوت کا اندازہ ہو جائے۔ لوگ بخوبی یہ جان سکیں کہ میں کیا کچھ کرنے پر قادر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ جب میں کسی حکومت کو کوئی حکم دوں گا تو وہ اس کی سرتابی نہیں کر سکے گی۔ مختلف ممالک میں پیش آنے والے واقعات کی وجہ سے وہ پہلے ہی سے مجھ سے مرعوب ہوں گے۔"

ڈاکٹر اپنی کرسی مجھ سے بے حد نزدیک لے آیا۔ اس نے کہا "مارلین فلپ! میں معذرت چاہتا ہوں کہ جب تم بے ہوش تھیں تو میں نے تمہاری لاعلمی میں ایک ٹرانسمٹر تمہارے دماغ میں بھی رکھ دیا تھا۔ اب چند لمحوں بعد سوزی ہنیلے اس کا رابطہ کمپیوٹر سے قائم کر دے گی۔ پھر تم ذہنی طور پر میری غلام بن جاؤ گی اور آئندہ سے میرے ہی احکامات پر عمل پیرا ہو گی۔"

ڈاکٹر باسح کے اس انکشاف پر میں سرتاپا کانپ اٹھی۔ اس سے بچنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی اور میں مکمل طور پر اس کے قابو میں تھی۔ ڈاکٹر بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھا اس لیے زہرخند اپنے ہونٹوں پر سجائے وہ دیر تک محظوظ ہوتا رہا۔ اس کا چہرہ مجھ سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھا اور میں اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔ بے بسی کا مجھے اس قدر شدید احساس ہوا تھا کہ میری پیشانی پسینے سے بھیگ رہی تھی۔ چوہے بلی کے اس کھیل میں میری حیثیت بلی سی تھی۔

ڈاکٹر باسح نے اپنی کرسی پیچھے کھسکائی اور سوزی ہنیلے کو اشارہ کیا۔ لڑکی کا ہاتھ کمپیوٹر کے ایک بٹن کی طرف بڑھا تو میرے جسم میں سنسنی پھیل گئی اور کانوں میں سیٹیاں بجنے لگیں۔ چند لمحوں بعد میں مجسم اس کی غلام بننے والی تھی۔ معلوم نہیں وہ مجھ سے کیا کچھ کرانے والا تھا۔

جیسے کمپیوٹر کا بٹن دبا۔ کمرے میں بجلیاں سی کوندیں اور مشین کی گونج میں اضافہ ہو گیا۔ میرا دل بری طرح سے گھبرانے لگا کہ معلوم نہیں کیا کچھ ہونے والا ہے۔

کیا میری یادداشت محو ہو جائے گی؟ یا پھر میں صرف اپنے ماضی کو بھول جاؤں گی؟ اس کے احکامات ہمہ وقت میرے دماغ میں گونجتے رہیں گے یا میں کسی خاص موقع پر اس کی تابع رہوں گی؟ تھوڑی دیر بعد روشنیاں کوندنا بند ہو گئیں اور لڑکی نے سرد آواز میں کہا۔ "ڈاکٹر، مارلین فلپ کے دماغ میں موجود ٹرانسمٹر کا تعلق کمپیوٹر سے قائم ہو چکا ہے۔ اب یہ ہمارے قابو میں ہے۔"

میں حیران تھی کہ مجھے اپنے دماغ یا جسم میں کوئی تبدیلی کیوں نہیں محسوس ہو رہی ہے۔ میرے اعصاب مکمل طور پر میرے کنٹرول میں تھے۔ میں واضح طور پر محسوس کر رہی تھی کہ میں کمپیوٹر کے تابع نہیں ہوں... مگر میں نے اپنے چہرے پر ایسے کربناک تاثرات قائم کر رکھے تھے کہ ڈاکٹر کو کسی بات کا پتا نہ چل سکے۔

ڈاکٹر باسح ایک لحظے کے لیے دھوکا کھا گیا۔ اس نے مجھ پر اچٹتی نگاہ ڈال کر کہا۔ "حسب سابقہ اس بار بھی میری جیت ہوئی ہے۔" وہ سوزی ہنیلے کی طرف مڑ کر بولا۔ "براہ مہربانی اب اسے آزاد کر دو۔"

سوزی تیزی سے میرے قریب آئی اور اس نے میرے ہاتھوں اور پاؤں میں بندھے ہوئے تسمے ڈھیلے کر دیے۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھا مگر وہاں میرے لیے کوئی مخصوص تاثر یا اشارہ نہیں تھا۔ وہ مجھے رہا کر کے پھر کمپیوٹر کے قریب چلی گئی۔

میں ہنوز بت بنی اپنی جگہ پر بیٹھی رہی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ اس دوران میں ڈاکٹر باسح اپنی کرسی سمیت کمرے میں گھما پھرا کر اپنے منصوبوں کی وضاحت کرتا رہا۔ دفعتاً اس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور ٹھٹک کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر استعجاب دکھائی دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا سوزی ہنیلے نے چیخ کر کہا۔ "مادلین ہوشیار رہنا۔ یہ تمہاری آنکھوں سے جان گیا ہے کہ تم اس کے کنٹرول میں نہیں ہو۔"

مجھے یاد آیا کہ ایسے تمام افراد کی آنکھوں میں میں نے دیوانگی کے سائے لہراتے محسوس کیے تھے اور ان کی آنکھیں سپاٹ دکھتیں تھیں۔

سوزی ہنیلے نے مجھے بروقت آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے اچھل کر اس جگہ سے ہٹ گئی جہاں کہ چند لمحوں پہلے تک بیٹھی تھی۔ میری یہ پھرتی سودمند رہی۔

ڈاکٹر باسح نے میری طرف کرسی گھما کر ہتھوں پر لگے ہوئے بٹن دبائے۔ سائیں... سائیں کی آوازوں کے ساتھ ہتھوں کے نیچے سے دو ننھے ننھے میزائل نکل کر میری طرف بڑھے۔ وہ فضا میں آتشیں لکیریں بناتے ہوئے میری طرف آئے تھے۔ ہر چند کہ میں نے فوری وہ جگہ چھوڑ دی تھی۔ مگر اس کے باوجود میرا دایاں شانہ ایک میزائل کی زد میں آ گیا تھا۔ میں نے اس شانے میں ناقابل برداشت تکلیف محسوس کی تھی۔ وہ یقینی طور پر جھلس گیا تھا۔ میزائل سے نکلنے والی گیس میری آنکھوں پر اس طرح اثرانداز ہوئی تھی کہ میں چند

لمحوں کے لیے واضح طور پر کچھ دیکھ ہی نہیں سکے۔

ڈاکٹر باسج نے ایک بار پھر میری طرف کرسی گھمائی اور دو میزائل میری طرف لپکے مگر اس شیشے کے کمرے میں میں پاگلوں کی مانند اِدھر اُدھر جان بچاتی پھر رہی تھی۔ اس کرسی کا میکانیکی نظام اس قدر عمدہ تھا کہ وہ ڈاکٹر کے اشاروں پر حرکت [illegible] محسوس ہوتی تھی۔ دوسری بار چلائے ہوئے میزائلوں [illegible] نہیں بچ سکی تھی۔ اس بار میری کمر کا نشانہ لیا گیا تھا۔ اس بار [illegible] قدر کارگر رہا تھا کہ میری حلق سے چیخ نکل گئی۔ میزائلوں سے نکلنے والی آگ نے میری کمر کی کھال تک جلا دی تھی۔ میں نے فضا میں اپنے ہی گوشت کی چراند محسوس کی۔

اگر اب میں اس پر کوئی داؤ نہ آزماتی تو شاید اس کے میزائلوں سے بھسم ہو کر رہ جاتی۔ تیسری یا چوتھی بار جیسے ڈاکٹر کی میکانیکی کرسی میری طرف آئی میں پینترا بدل کر اس کے عقب میں پہنچ گئی۔ پھر میں اچھل کر کرسی کی پشت پر لد گئی اور میں نے ڈاکٹر باسج کی گردن میں اپنے بازو حمائل کر دیے۔

ڈاکٹر نے مچل کر اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی مگر میری آہنی گرفت کے آگے اس کی ایک نہ چل سکی۔ وہ کسی کچھوے کی مانند بے بس ہو چکا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن تھامتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کی پشت کی طرف بڑھایا۔ تھوڑی دیر بعد میں اس رگ کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی جس کو دبانے سے گینڈے کے ہاتھ پاؤں بھی شل ہو سکتے تھے۔

میں نے جیسے ہی ڈاکٹر باسج کی وہ مخصوص رگ دبائی۔ اس کا پورا جسم بری طرح سے کانپ اٹھا۔ چند لمحوں بعد اس کا جسم ساکت ہو گیا اور وہ کسی گرگٹ کی مانند بت بن کر رہ گیا۔ میں مطمئن تھی کہ اب وہ کرسی کو حسب خواہش اِدھر اُدھر حرکت نہیں دے سکے گا۔

کرسی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی مانند کمرے کی مغربی دیوار کی طرف بھاگی چلی جا رہی تھی۔ میری آنکھیں درمیانی فاصلے پر جمی ہوئی تھیں۔ جو تیزی سے کم ہو رہا تھا۔ پندرہ فٹ ۔ ۔ ۔ ۔ دس فٹ ۔ ۔ ۔ ۔ پانچ فٹ ایک فٹ سے بھی کم فاصلہ رہ جانے پر میں نے کرسی کی پشت گاہ سے الٹی چھلانگ لگا دی اور قلابازی کھاتی چلی گئی۔

ڈاکٹر باسج کی کرسی پوری قوت سے شیشے کی دیوار سے جا ٹکرائی۔ ایک زبردست چھناکا ہوا اور شیشے کی دیوار میں دراڑیں پڑ گئیں ڈاکٹر کرسی سمیت اڑ کر باہر جاتا دکھائی دیا۔

میں نے اطمینان کی سانس لی اور اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا میں اس فرش پر ہی چت لیٹ گئی تھی۔ اس وقت ٹھنڈا فرش اعصاب کو بہت فرحت بخش محسوس ہو رہا تھا میں نے سوزی ہنیلے پر نگاہ ڈالی اور آنکھیں بند کر لیں۔

بعد میں سوزی نے اس کمپیوٹر کو میرے سامنے بند کیا اور مجھے بتایا کہ اب مختلف اشخاص کے دماغوں میں موجود ٹرانسسٹرز خود بخود گھل کر ختم ہو جائیں گے۔ اس طرح سے ان کو آزادی مل جائے گی۔

میں نے دوسرے روز ہاک کو فون کر کے تفصیلی رپورٹ دی اس نے کہا کہ وہ صدر امریکا کے ساتھ وہاں آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے ملکوں کے عظیم لیڈر بھی ہوں گے۔

اس دوران میں میں نے ڈاکٹر باسج کی بیوی کو گرفتار کر لیا اس نے درخواست کی تھی کہ اس کی لڑکیاں بے قصور ہیں اور ان پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ مزید یہ کہ ان کو یہ بھی نہ بتایا جائے کہ ڈاکٹر باسج ان کا باپ تھا اور وہ غیر شعوری طور پر اس کے مفاد میں کام کر رہی تھیں میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں اس راز کو راز ہی رکھوں گی

تیسرے روز ہاک صدرِ محترم کے ساتھ سوئٹزرلینڈ آیا۔ اس کے ساتھ دوسرے ملکوں کے لیڈرانِ کرام بھی تھے اس مشین کا تفصیلی معائنہ کیا گیا اور بالآخر یہ طے پایا کہ وہ مشین انسانیت کے لیے مضر ہے اور اس کو تباہ نہ کرنے پر ہمیشہ ایک خطرہ ہمارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔

جس وقت ہمارے سائنسدانوں نے اس کمپیوٹر کو تباہ کیا تو میں اس وقت وہیں موجود تھی۔ ڈاکٹر باسج کی طویل کاوش کو اس طرح تباہ ہوتے دیکھ کر میرے دل سے ہوک سی اٹھی۔ اس نے اپنا تن، من اور دھن اس مشین کے پیچھے ضائع کر دیا تھا۔ [illegible] ہی تخریبی سوچ کی بنا پر اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا تھا مجھے یہ سوچ کر جھرجھری آ گئی تھی کہ آج جرمنی کا ہٹلر زندہ ہوتا اور ڈاکٹر باسج اپنے کمپیوٹر سمیت وہاں موجود ہوتا تو شاید ہم ذہنی طور پر جرمنی کے غلام ہوتے اور ہٹلر جرمنی کے بجائے پوری دنیا کا مطلق العنان فرماں روا ہوتا!

محمد سجاد بھٹی، ناصر محمود، یاسر حسنین